The ALHAKM WEEKLY KARACHI

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا مشہور و معروف اخبار جس کو
حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

الحکم

ہفتہ وار — کراچی

سالانہ قیمت
عام قیمت سالانہ عـــہ
معاونین و سرپرستوں سے امید اعانت

تاریخ اشاعت

قیمت فی پرچہ ۴ ر

موسس و ایڈیٹر اول:- شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی الکبیر
مدیر دور ثانی:- محمود احمد (مجاہد مصر) عرفانی مرحوم ابن عرفانی الکبیر
مدیر دور ثالث:- محمد سلیمان خالد عرفانی بنبیرہ عرفانی الکبیر
معین مدیر:- جمیلہ پروین عرفانی ادیب فاضل بنت محمود احمد عرفانی مرحوم

جلد قدیم (۵۳) نمبر ۱	۷ مئی ۱۹۵۱ء مطابق ۳۰ رجب المرجب ۱۳۷۰ھ	سلسلہ جدید جلد اول نمبر اول

کچھ اپنی نسبت

اللہ تعالیٰ کی حمد و شکر کے لئے میری زبان اور قلم زبان میں قوت و قدرت نہیں جس نے محض اپنے فضل و کرم سے مجھ ایسے خطاکار اور کم سواد کو یہ سعادت بخشی کہ میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کے پہلے اخبار الحکم کی ادارت کے کام کو سنبھالوں۔ کام جس قدر اہم اور نازک ہے میں اس سے ناواقف نہیں۔ لیکن دادا حضرت (عرفانی الکبیر) کی خواہش ہے کہ الحکم میرے خاندان میں ہر قیمت اور قربانی پر جاری رہے۔ حضرت عرفانی الکبیر کے جانشین حضرت شیخ محمود احمد عرفانی مجاہد مصر مرحوم نے جس قابلیت اور دل سوزی سے اپنے والد بزرگوار کے منشا کو پورا کیا وہ انہیں کے ساتھ مخصوص تھا۔ ان کے قلم میں ایک قوت اور بیان میں اثر تھا۔ میں یہ کہنے کی جرات کرتا ہوں کہ وہ الحکم کے قابل فخر ایڈیٹر تھے اور اس کے استحکام و بقا کیلئے ہمیشہ ان کے پیش نظر یہی شعر رہتا تھا۔

دست از طلب ندارم تا کام من بر آید
یا جاں رسد بجاناں یا جاں ز تن برآید

اللہ تعالیٰ ان کے مقامات کو اپنے قرب میں بلند کرے یہ حقیقت ہے کہ گو وہ اپنی مقررہ موت سے مرے مگر الحکم کے لئے انہوں نے جان دی۔

حضرت عرفانی الکبیر نے اس کے زندہ رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی کبھی سالانامہ کے نام سے کبھی وقتاً فوقتاً کسی صورت میں اس چراغ کو روشن رکھا۔ اور اب

ترسم فال بنام من دیوانہ زدند

مجھے حکم دیا کہ اس کو جاری کرو جب تک ابن محمود سلمہ اللہ تعالیٰ اپنی تعلیم سے فارغ ہو کر اپنے باپ کی کرسی پر بیٹھے۔ مجھے بچپن سے ہی جرنلزم کا اسی طرح شوق تھا جیسے والا حضرت کو انہوں نے ۱۸۸۶ء میں اخبار نویسی کا آغاز ۱۸۸۸ء میں کیا وہ جالندھر کے اخبار آفتاب ہند میں ترکمان کے نام سے مضمون لکھتے۔ پھر منشور محمدی بنگلور اور نور افشاں لودہانہ میں حمایت اسلام اور رد نصاریٰ کے والنٹیر کی حیثیت سے میدان صحافت میں آئے۔ جو چیسہ اخبار صدائے ہند۔ ریاض ہند۔ الہ والیہ گزٹ۔ فیروز۔ پنجاب۔ جہاں تمام میں نمایاں ہوئے اور بالآخر

الحکم کا ظہور ہوا۔

میں ان کی صحافت کی زندگی پر بھی لکھنا چاہتا ہوں میری صحافت کی تربیت میں انکی حوصلہ افزائی کا بڑا دخل ہے۔ المبشر اور دیگر رسائل میرے لئے مکتب صحافت رہے ہیں اور اب دادا حضرت کے ارشاد کی تعمیل میں اپنے نازک کندھوں کو اس بوجھ کے اٹھانے کے لئے پیش کر دیتا ہوں۔ میرے ساتھ فرائض ادارت میں میری پیاری بہن جمیلہ پروین عرفانی بنت حضرت محمود احمد مرحوم شریک کار ہوں گی۔

جمیلہ پروین کے مضامین عصمت دہلی میں نہ صرف شائع ہوتے رہے بلکہ وہ اپنے مضامین پر انعامات حاصل کرتی رہی ہیں وہ نہ صرف صاحب قلم ہے بلکہ ایک بہترین خطیب بھی ہے جب وہ الحکم کے بعض مخصوص صفحات کا چارج لیں گی تو مجھے خدا کے فضل سے یقین ہیکہ وہ ان کا بہترین استعمال کرینگی۔ مجھے اپنی کمزوریوں کا اعتراف ہے لیکن جس جذبہ سے میں اس صحرا میں قدم رکھتا ہوں اسے میں ایک مقدس فریضہ یقین کرتا ہوں اور مولیٰ کریم کے آستانہ پر جھکتا ہوں کہ وہ مجھے قوت عطا فرمائے اور میرے علم و فہم میں ایک نور پیدا کر دے۔ کہ میں الحکم کو اعلیٰ مقاصد اور اس کے شاندار ماضی کی بنیادوں پر اسے چلا سکوں میں نے یہ چند سطور بطور تعارف لکھدی ہیں مگر آج کے پرچہ کے دور جدید کو میں اسی مضمون سے تبرکاً شروع کروں گا جو دادا حضرت نے ۱۹۳۴ء کے دور جدید میں لکھا تھا۔ اور میں اللہ کے نام سے اسی کے فضل و کرم پر بھروسہ کر کے اس ذمہ داری کو قبول کرتا ہوں۔ وھو المستعان و علیہ التکلان۔

آغاز کردہ ام تو رسانی بہ انتہا

خالد عرفانی

الحکم
کے اجرا پر حضرت خلیفۃ المسیح والمہدی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا اظہار مسرت بذریعہ مکتوب مبارک ۱۰ جنوری ۱۹۳۴ء

مکرمی شیخ صاحب السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

مجھے یہ معلوم کر کے بیحد خوشی ہوئی کہ آپ الحکم کو پھر جاری کرنے لگے ہیں اللہ تعالیٰ برکت دے اور ارادہ کی تکمیل کے سامان پیدا کر دے (آمین ثم آمین) الحکم سلسلہ کا سب سے پہلا اخبار ہے اور جو موقع خدمت کا حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں اسے اور بدر کو ملا ہے وہ کروڑوں روپیہ صرف کر کے بھی اور کسی اخبار کو نہیں ملسکتا۔

میں کہتا ہوں الحکم ظاہری صورت میں زندہ رہے یا نہ رہے لیکن اس کا نام ہمیشہ کے لئے زندہ ہے۔ سلسلہ کا کوئی مہتم بالشان کام اس کا ذکر کئے بغیر نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ تاریخ سلسلہ کا حامل ہے لیکن دل یہی چاہتا ہیکہ الحکم جسکا نام ہی تبارہا ہیکہ ابتدائے ایام سلسلہ کے افراد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کیا درجہ سمجھتے تھے اپنی ظاہر صورت میں بھی زندہ رہے اللہ تعالیٰ آپکو اور آپکی نسل کو اسکی خدمت کی توفیق دیتا رہے۔ اللہم آمین

خاکسار مرزا محمود احمد

[illegible]

الحکم کا احیاء

[illegible]

الحمد اللہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور

(۱)

"الحکم" کے نظام اجراء میں بعض دقتوں اور مشکلات یا دوسرے اسباب کی وجہ سے کئی مرتبہ خلل واقع ہوا اور میں مجبوراً اسے متواتر جاری نہ رکھ سکا۔ لیکن میرے مخلص دوستوں اور میرے محسن و مربی آقا کو معلوم ہے کہ الحکم کے بند کرنے کا خیال یا وہم بھی میرے دماغ میں کبھی نہیں آیا۔ یہ تصور بھی میرے لئے موجب اذیت ہے۔ یہی وہ جذبہ اور جوش ہے جس نے میرے محسن و مخدوم آقا کے منہ سے میری نسبت ان ارشادات عالیہ کا اظہار کرایا جن کو میں نے اپنے لئے مبارک فال یقین کرکے اپنے نام کے ساتھ

عرفانی کا اضافہ کر لیا

(اللھم اجعلنی کاسمی آمین) غرض مختلف اوقات میں الحکم کی اشاعت معرض التواء میں آئی اور یہ میرے بس کی بات نہ تھی تاہم اس قسم کے التواء میرے لئے ہمیشہ نئے تجربہ اور ازدیاد ایمان کا باعث ہوئے اور جن لوگوں کو غلطی سے یہ خیال آتا تھا کہ الحکم کو میں نے ذریعہ معاش کے لئے جاری کیا ہے ان پر واضح ہوگیا کہ الحکم کا اجراء محض سلسلہ کی خدمت کے لئے کیا گیا تھا۔ اور میرا ایمان ہے کہ رب العالمین نے اپنی مخلوق کے رزق اور ربوبیت کا خود ذمہ لیا ہے۔

(۲)

۱۹۲۵ء کی پہلی ششماہی میں میں ولایت چلا گیا اور ۱۹۲۶ء میں یورپ اور بلاد اسلامیہ کی سیاحت کے بعد واپس آیا۔ اور اسی سفر میں اللہ تعالیٰ نے مجھے حج بیت اللہ کی سعادت بھی عطا فرمائی والحمد اللہ علیٰ ذالک اسکے بعد مختلف حالات پیش آجانے کے باعث معرض التواء میں رہا۔ مگر مجھ پر کوئی دن بھی ایسا نہیں گذرا کہ میں اس کے فکر اجراء سے غافل رہوں۔ عزیز مکرم شیخ محمود احمد صاحب جو "الحکم" کے اس دور جدید کے ایڈیٹر مقرر ہوئے ہیں اسی عرصہ میں مصر چلے گئے اور انہوں نے قاہرہ سے اسلامی دنیا جاری کیا اس کا مقصد بھی یہی تھا کہ رفتہ رفتہ اسے الحکم کی صورت میں تبدیل کر دیا جائے ۱۹۳۰ء میں مجھے بمبئی جانا پڑا۔ اور ۱۹۳۱ء میں سالار کے نام سے میں نے ایک ہفتہ وار جاری کیا (جو اسوقت تک جاری تھے*) سالار بھی الحکم کے اجرائے ثانی کا نقیب ہے۔ غرض اس عرصہ میں کبھی الحکم کے احیاء و اجراء کا خیال میرے دل سے نہیں نکلا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا اور میں خدا تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں۔ کہ اس بازو کو قائم نہ رکھوں۔

(۳)

جن حالات کے ماتحت ۱۸۹۷ء میں الحکم کا اجراء ہوا تھا میں نے اس کا بار بار ذکر کیا ہے کہ وہ ایک ربانی تحریک تھی اور میں نے اسے اس شعر کے ساتھ شروع کیا تھا۔

جب توکلت علی اللہ یہ آغاز کیا
پر نکل آئیں گے اور دیکھنا پرواز کیا

اس وقت کسی کو یہ گمان نہ تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کسی وقت

اسکو اپنا بازو قرار دیں گے

مگر خدا کے فضل و رحم نے الحکم میں قوت پرواز پیدا کر دی اور اس کو وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زبان پر جری اللہ فی حلل الانبیاء کا بازو قرار دیا اور کرم دین کے مقدمات کے متعلق جو پیش گوئی فرمائی گئی تھی اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے اسے

ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون

کی بشارت میں داخل کر دیا۔ والحمد اللہ علیٰ ذالک

(۴)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال اور رنج کے بعد حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے اپنی تقریر خلافت میں الحکم کی خدمات کا جس خصوصیت سے مسجد نور میں ذکر فرمایا ہے اسکے لئے مسجد نور کی فضا اب تک شاہد ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے فرشتوں نے حضرت حکیم الامۃ کے الفاظ کو لکھ رکھا ہے پھر آپ نے اپنی زندگی کی آخری ساعتوں میں الحکم کی اشاعت کے لئے اسکا ہاتھ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں دیدیا یہ واقعہ ایک مشہور واقعہ ہے۔ ۱۹۱۴ء کی تاریخ سلسلہ میں یہ ہمیشہ یادگار رہے گا۔ اور الحکم اور اس کے چلانے والے ہمیشہ اس پر ناز کریں گے۔ پھر حضرت خلیفہ ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے مختلف اوقات میں سالانہ اجتماعوں پر اخبارات سلسلہ پر تنقید کرتے ہوئے الحکم کی خصوصیات اور مشکلات میں اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم سے اس کے جاری رہنے اور خاکسار کے اس کے جاری رکھنے کے جذبہ اور جوش کا جن ہمت افزا الفاظ میں ذکر کیا وہ آپکے ملفوظات میں شائع شدہ حقیقت ہے۔

غرض

الحکم کی اہمیت۔ ضرورت اسکی خصوصیات اور مخصوص خدمات سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مسلمات میں سے ہے۔ اور مجھ کو اب اور کبھی اس پر بحث کرنیکی ضرورت نہیں۔ میں فخریہ کہنا چاہتا ہوں کہ الحکم سلسلہ کا سب سے پہلا اخبار ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسے اپنا بازو قرار دیا اور حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے پہلے اسکا ہاتھ ہونیوالے خلیفہ ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ہاتھ میں دیا

اسلئے اس کا زندہ رکھنا زندہ قوم کے فرائض میں سے ہے

(۵)

"الحکم" کے موجودہ عہد التواء کی داستان اور اسکے اسباب و وجوہ بیان کرنے کی بھی ضرورت نہیں۔ مجھے صرف اسی قدر کہنا ہے کہ بعض احباب کی مخلصانہ اعانت کے مواعید صادقہ نے مجھے مجبور کر دیا ہے کہ میں پھر اسے جاری کروں۔ اور الحکم کے ذریعہ اپنے بچھڑے ہوئے بھائیوں سے پھر ملوں اور

تلافی مافات کروں

الحکم کے اس عہد جدید کے مربیوں کا تذکرہ میں انشاء اللہ پھر کروں گا۔ الحکم کا نصب العین حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذکر کو بلند کرنا اور آپکے عہد سعادت کی تاریخ کی حفاظت ہے۔ اور اسی مرکز و محور پر گردش کرے گا۔ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ سے خصوصاً درخواست کرتا ہوں کہ انہوں نے اس مقصد عظیم کے پورا کرنے میں ہمیشہ میرے ساتھ تعاون کیا ہے اور اب بھی مجھے ان سے یہی توقع ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے حضور اسی قدر گذارش ہے کہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی کی آخری ساعتوں میں یہ امانت آپکے سپرد فرمائی تھی۔ اسلئے حضور کی دعاؤں کا میں سب سے زیادہ مستحق ہوں۔ تاکہ میں اس خدمت کو اپنی زندگی کی آخری ساعت تک نبھا سکوں۔

(۶)

الحکم کے اس عہد جدید میں اس کی ادارت کے فرائض میں نے عزیز مکرم شیخ محمود احمد صاحب عرفانی ایڈیٹر اسلامی دنیا قاہرہ کے سپرد کر دیئے ہیں۔ جس کو یہ عزت حاصل ہے کہ وہ الحکم کا چھوٹا بھائی ہے۔ الحکم کے اجراء سے دو برس بعد وہ پیدا ہوا تھا۔ اور خدمت سلسلہ کے لئے میں نے اس کی زندگی وقف کر دی تھی۔ وہ فرائض ادارت کی ادائیگی کی پوری قابلیت رکھتا ہے اور صحافت کا ایک بڑا حصہ ان سے واقف ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں الحکم میں کچھ نہیں لکھوں گا۔ نہیں میں الحکم کی خدمت اپنی سعادت اور ذریعہ نجات سمجھتا ہوں اور احباب میرے مضامین اسمیں انشاء اللہ ہر ہفتہ پڑھتے رہیں گے۔ میں سب دوستوں سے درخواست کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے توفیق دے اور میں ہر پڑھنے والے سے چاہتا ہوں کہ

وہ میرے ساتھ عملی تعاون کرے

(۷)

الحکم کے آئندہ نظام العمل کے متعلق مجھے سردست کچھ کہنے کی ضرورت نہیں سر میں بڑے بڑے ارادے اور دل میں عظیم الشان منصوبے الحکم کی بہتری اور ترقی کے بھرے ہوئے ہیں میں نہیں جانتا وہ کیونکر ہوں گے۔ ہاں اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم سے میں کبھی مایوس نہیں ہوا۔ اور میری امید اسکی غریب نوازی پر ہمیشہ وسیع رہی ہے اور اب بھی اس کے فضل اور نصرت کو قریب پاتا ہوں۔ الحکم کے موضوع اور پالیسی میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی اور نہ اسکی ضرورت۔ الحکم سلسلہ عالیہ کا خادم ہے۔ اور سلسلہ کی خدمت ہی اس کا موٹو اور نصب العین ہے۔ میں جانتا ہوں کہ گذشتہ سالوں میں جو عہد التواء کے سال ہیں بہت بڑا تغیر دنیا میں ہو چکا ہے مگر میرے

---

* یعنی ۱۹۳۴ء تک

* آہ! آج وہ بہشتی مقبرہ میں مدفون ہے (خالد)

اغراض و مقاصد میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی ہاں یہ ممکن ہے کہ ان مقاصد کے حصول و تکمیل کے لئے اسباب اور ذرائع میں حالات حاضرہ کے ماتحت تبدیلی ہو جائے۔

مجھے اس امر کا اظہار دلی رنج کے ساتھ کرنا پڑتا ہے کہ اس عہد التواء میں الحکم کے بعض نہایت ہی مخلص اور بزرگ کرم فرما اور غمگسار قدردان اپنے مولیٰ کریم سے جا ملے۔ جن کا ذکر خیر انشاء اللہ میں الحکم میں کروں گا اور خدا تعالیٰ سب کو فردوس بریں میں درجات عالیہ عطا فرما دے آمین

(۸)

اب آخر میں مجھ کو زندہ خدا کی پرستار اور زندہ رسول کی خادم۔ زندہ قوم (احمدی جماعت) سے یہ کہنا ہے کہ الحکم کو زندہ رکھنا اس کے فرائض ملی میں داخل ہے۔ میری کمزوریاں اور کوتاہیاں اس کے تعاون میں روک نہیں ہوسکتی ہیں۔ ہر ممکن طریق سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عہد سعادت کی اس یادگار کو (جو حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء کے الفاظ میں آپ کا ایک بازو قرار پایا) زندہ رکھنے کے لئے ہر ممکن کوشش کریں

الحکم کے متعلق حضرت اولوالعزم خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے عہد خلافت میں جن عظیم الشان ارادوں کو اپنے دل میں رکھتا ہوں اللہ تعالیٰ کے فضل اور توفیق سے اپنے وقت پر اظہار ہوتا رہیگا۔ میں عزم صمیم رکھتا ہوں کہ توفیق ربانی شامل حال ہو تو جلد سے جلد

الحکم روزانہ کر دوں

اور خدا تعالیٰ کے فضل سے میں مایوس نہیں ہوں میں الحکم کے روزانہ ہونے کی ضرورت عرصہ سے محسوس کر رہا ہوں۔ کیا تعجب ہے کہ اب وہ وقت قریب تر ہو جائے اور میں اس ارادے میں کامیاب ہو جاؤں

(۹)

الحکم کی تجدید اشاعت کے متعلق چند تمہیدی جملوں کے بعد پھر اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں کہ اس نے مجھے پھر موقعہ دیا کہ میں الحکم کے ذریعہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خدمت کرسکوں۔ میں اپنی کمزوری کو محسوس کرتا ہوں اور وہ میرے سامنے ہے مگر مولیٰ کریم کے فضل کو دیکھتا ہوں کہ وہ بے پایاں ہے۔ اس نے اپنے محض فضل سے مجھے حضرت اولوالعزم فضل عمر کے عہد سعادت تک زندہ رکھا اور اس کے دامن سے وابستہ رہنے کی سعادت و عزت سے مجھے بہرہ ور فرمایا حق کے دشمنوں نے مجھے اس کی محبت میں اندھا ہو جانے کا الزام دیا۔ میں اس حقیقت کو اس بینائی پر لاکھ مرتبہ ترجیح دیتا ہوں جو اس کی عداوت اور مخالفت کیطرف لیجاتی ہو۔ میں اس عظیم الشان انسان کی محبت کی آگ اپنے سینے میں مشتعل دیکھنا چاہتا ہوں کہ جو ہر قسم کے خس و خاشاک کو جلا کر سینہ کو منور کر دیتی ہے۔ کیونکہ یہ محبت اور اس کی وفادارانہ اطاعت خدا تعالیٰ کو پیاری ہے۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ اس فضل و سعادت کے عہد میں میری امید وسیع نہ ہو۔

میں اپنے تمام دیرینہ مخلص دوستوں سے التماس کرتا ہوں کہ وہ اس خادم قدیم الحکم کیلئے ہر ممکن مدد سے دریغ نہ کریں اور میرے لئے کہ اللہ تعالیٰ کی تائید ہوئی خیر و سعادت کی راہوں کی طرف لوگوں کو دعوت دینے میں ملائکۃ اللہ میرے معین و مددگار رہیں۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم (آمین)

الحکم کے انصار سے خطاب

میں نے ہمیشہ اس امر سے احتراز کیا کہ ایک زندہ قوم کے سامنے جذبات آفرین الفاظ میں کسی قسم کی اپیل کروں۔ الحکم کی اہمیت اور ضرورت کو ہمیشہ محسوس کیا گیا اور اس کے ذریعہ جو خدمت سلسلہ کی ہوسکی وہ اس کی اپنی کوئی خوبی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور کرم تھا۔

میں نے اپنے دور ادارت میں اور میرے بعد عزیز مکرم محمود احمد عرفانی مرحوم نے الحکم کے مقصد اور علمی روایت کو ہمیشہ قائم رکھنے کی پوری سعی کی اور مجھے خوشی ہے کہ اسی نے اسے نبایا۔ اور دور ثالث میں بھی میں امید کرتا ہوں کہ اس کی روایات کو قائم رکھا جائیگا۔ الحکم کی خصوصیت اور طرۂ امتیاز زیر ۱۹۳۰ء کے سالانہ جلسہ پر جبکہ مرحوم محمود احمد عرفانی فرائض ادارت ادا کر رہا تھا ۲۷ دسمبر ۱۹۳۰ء کو اپنی تقریر میں اخبارات سلسلہ کی اعانت کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا

الحکم میں ایک خصوصیت رہی ہے اگرچہ اس کا ایڈیٹر بدل گیا ہے پھر بھی کسی حد تک پائی جاتی ہے۔ اور وہ یہ کہ تاریخ سلسلہ کو محفوظ رکھتا ہے اور جماعت میں روح پھونکنے کی کوشش کرتا ہے اس معاملہ میں الفضل بھی اس کا مقابلہ نہیں کرسکا اور، اور بھی کوئی نہیں علمی حیثیت سے اس میں پہلی بات نہیں وجہ یہ ہے کہ اس کا ایڈیٹر ناتجربہ کار اور نو آموز ہے مگر میں دعا کرتا ہوں کہ

خدا تعالیٰ اسے اس لحاظ سے بھی کام کرنے کی توفیق دے" حضرت کی اس دعا کا نتیجہ تھا کہ مرحوم نے الحکم کے مقام کو بہت بلند کر دیا اس کی صحافت اور خطابت نے ہر قسم کا شرف حاصل کیا اب الحکم تیسرے دور میں جا رہا ہے اور میری دوسری نسل نے اسے اپنے ہاتھ میں لیا ہے۔

الحکم کے اکثر مخلصین اور انصار اپنا فرض رفاقت ادا کر کے مولیٰ حقیقی کے حضور پہونچ گئے۔ اور اب گویا وہ بھی سلسلہ کی تیسری نسل کے سامنے آرہا ہے۔ حضرت امیر المومنین اسے اصل شکل میں دیکھنے کے خواہشمند ہیں میں صرف ان دلوں کو بیدار کرتا ہوں جو حضرت امیر المومنین کی خواہشوں اور ارادوں کی تکمیل نہ صرف ضروری سمجھتے ہیں بلکہ اسکا میں اپنی خوشی محسوس کرتے ہیں۔

کہ وہ الحکم کی اعانت کے لئے میرے ساتھ تعاون کریں۔

الحکم اس دور میں جماعت کی علمی تربیت کے لئے کام کرے گا۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہی مقصد تھا۔ الحکم سلسلہ کے اندرونی یا بیرونی مخالفین سے برد آزما نہیں ہوگا۔ الحکم کے پروگرام میں روایات کی تنقیح اور تنقید بھی داخل ہے۔ اس لئے کہ وہ نہیں چاہتا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ایسی بات منسوب ہو جسکی اصل نہیں۔ آئمہ حدیث نے بڑی جرات کے ساتھ موضوعات کو طشت از بام کیا ہے اور یہ ایسا کارنامہ ہے کہ مذہب کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں۔

میں بلا خوف لومۃ لائم اس فرض کو محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ادا کرنے کی سعی کروں گا۔ اس کے علاوہ یادرفتگان کے عنوان کے نیچے بھولی بسری مخلص ہستیوں کو زندہ رکھنے کیلئے قلم اٹھانا چاہتا ہوں مگر یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوسکتا ہے اور صرف فضل اور توفیق سے

یہ اخبار تمام احمدی انجمنوں کے سکریٹری تبلیغ و اشاعت کے نام بھیجا جائیگا میں امید رکھتا ہوں کہ وہ جماعتی رنگ میں اسکی خریداری اور اشاعت میں حصہ لیں گے اور اگر وہ کسی وجہ سے ایسا نہ کرسکیں تو میں یہ امید رکھتا ہوں کہ وہ اپنا اخلاقی فرض سمجھیں گے کہ ادارہ کو اطلاع دیں تاکہ وہ بلاوجہ زیر بار نہ ہو جن دوستوں کے نام الحکم کا پچھلا بقایا ہے خصوصاً افریقہ کے احباب وہ اپنے فرض کو محسوس کرتے ہوئے اس قرض کو ادا کریں۔ میں نے پھر اکیا اس ہمت آزما میدان میں قدم رکھا ہے۔

الحکم جب جاری کیا گیا تھا جس پر آج نصف صدی سے زیادہ عرصہ گذرتا ہے۔

یہ قصہ ہے تب کا کہ آتش جواں تھا

اور اب تو چراغ سحری بن رہا ہوں اسلئے بھی میرے احباب میرے ساتھ تعاون کا ہاتھ بڑھائیں کہ یہ

تعاون علی البر والتقویٰ ہے

اللہ آپکو توفیق دے۔ خاکسار عرفانی الکبیر

مکتوباتِ صافی

(حضرت مخدوم الملت مولانا عبدالکریم رضی اللہ عنہ کے مکتوبات)

حضرت مخدوم الملۃ کے مکتوبات اس عنوان کے تحت شائع ہوں گے انشاء اللہ العزیز اور یہ مستقل باب الحکم کے اس جدید دور میں رہیگا وباللہ توفیق:۔ سلسلہ مکتوبات صافی میں جو مکتوب آج درج کر رہا ہوں یہ نہایت قیمتی اور قابل غور ہے۔ ہر انسان پر کوئی نہ کوئی ابتلا آجاتا ہے بعض اوقات وہ ابتلاؤں میں ایسا گھر جاتا ہے کہ ایمان خطرہ میں پڑجاتا ہے حضرت مخدوم الملۃ نے اس میں فلسفہ ابتلاء بیان کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوگا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت میں ان کی معرفت کو بصیرت کیسی وسیع ہو چکی تھی اور انکے قلب میں کیسا اطمینان اور سکینت تھی احباب اس مکتوب کو بار بار پڑھیں اور مرحوم کی ترقی مدارج کے لئے دعا کریں

(عرفانی)

حقیقتِ ابتلاء

قادیان ۱۷ ستمبر ۱۹۰۰ء

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ: مفصل ملفوف پہنچا جزاک اللہ۔ اور شیخ مولیٰ بخش کے فرزند اور بیوی کی صحت یابی سے اسقدر خوشی ہوئی کہ بار بار رکوع سجود اور قیام میں باری تعالیٰ کا شکر ادا کیا جس نے اضطرار کی دعاؤں کو سن کر مجیب المضطر ہونے کا ثبوت دیا آج رات میں بیخوابی کے سبب سے بہت جیتا بے رہا صبح اٹھا تو اندر ایک سرور اور کیفیت محسوس کرتا تھا۔ آخر کو کرید نے سے معلوم ہوا کہ اس خوشخبری کا اثر ہے جو اندر اثر کر گئی ہے اور بے اختیار دل کو مسرور کر رہی ہے خدا تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہمارے عزیز بھائی کو ابتلاء سے بچا لیا۔

میر صاحب! ابتلا ایک میدان ہے۔ مرد آزما بڑے بڑے مرد الکاری جو آسائش کے وقت دعوؤں سے گردن کی رگیں پھلاتے ہیں۔ اس میں پاؤں رکھتے ہی پھسل جاتے ہیں۔

آہ

خدائے کسی کہ در شدت در خاردو

عسیر بر آن جان جان در ساز و دور ہر حال زو سازگاری یاد بیا زد۔

حقیقت میں اپنی حقیقت معلوم کرنیکے لئے ابتلاؤں کے آئینہ میں منہ دیکھنے کے سوا اور کوئی راہ نہیں اسلام کی اصل غایت ہی یہی ہے کہ خدا تعالےٰ کی قضاؤ قدر سے سلم کی جائے الوہیت کا جوہر عبودیت میں کبھی ہو سکتا ہی نہیں جب تاب یا آشتی درمیان

نہ ہو۔ اس صلح کا پورا نمونہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنہوں نے اپنی مکی اور مدنی زندگی میں دونوں میں یکساں الحمد للہ کہہ کر کھلا کھلا ثبوت دیا ہے آپ کو اپنے رب کریم کے قضا اور قدر سے کس قدر صلح ہے دنیا کی کسی کتاب میں ایسی صلح کی نظیر نہیں ملے گی۔ جو کتاب اللہ میں الحمد للہ کے توسط سے ظاہر کی گئی ہے پچھ بلکہ سات نمازوں میں ہر رکعت کا افتتاح الحمد للہ سے کرایا گیا ہے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کے حوادث اور نوازل کو ہرچہ از دوست مے رسد نیکو است کے رنگ میں دیکھا ہے مکی زندگی جو تلخ ترین مصائب سے لبریز ہے اور پھر مدنی زندگی جو فوق العادت کامیابیوں اور نصرتوں کا عجائب خانہ ہے دونوں زندگیاں اسی ایک عالم سے سرشار ہو کر صاف دکھاتی ہیں کہ نہ مصیبتوں نے آپ کے دل پر کوئی برا اثر ڈالا اور نہ کامیابی اور فتح کی شادمانی نے آپ کو از خود رفتہ کیا ہر حال میں ایک ہی آواز ہے جو آپ کے اندر سے نکلتی ہے

اللہ اللہ! کس قدر معرفت رب جلیل کی اور اس کے صفات کی آپ کو ہے جو اس عالم میں اپنا کام کر رہی ہے اس قدر مسالمت اور مصالحت خدا میں پیوست ہو جانے کے سوا ممکن نہیں رات دن میں تھوڑے تھوڑے دقفہ کے بعد ایک نماز آجاتی ہے ان فطروں میں ممکن ہے کہ نمازی کسی حادثہ کا آماجگاہ ہو ممکن ہے کہ اس کا اکلوتا بیٹا

مرگیا ہو۔ جس کی آئندہ نشوونما اسکی حال پر ورامیدیں منحصر تھیں ممکن ہے ان کے سارے اندوختہ کو چور لے گئے ہوں غرض سخت سے سخت حادثے واقع ہوں جو جہان کو اس کی آنکھوں میں تیرہ و تار کر دیتے ہیں۔ مگر معًا نماز میں کھڑے ہوتے ہی پہلا کلمہ جو اسکے منہ سے نکلے الحمد للہ ہوگا۔ یعنی ہر حالمیں اللہ تعالیٰ ہر قسم کی حمد کا حقدار ہے اس لئے کہ رب العالمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین ہے۔ یہ تعلیم جو اسلام کی ابتدائی تعلیم ہے اور جو در حقیقت کل مالکان راہ حق کی آخری اور انتہائی معراج ہے۔ یہ تعلیم تمام اخلاق فاضلہ کی جامع ہے۔ اسی مقام پر پہنچ کر انسان انبیاؑ کا پورا نمونہ بنتا ہے۔

ایک مصیبت زدہ شخص جو ابھی کسی تازہ رنج میں گرفتار ہوا ہے اور معًا نماز میں کھڑا ہو کر الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین کہنا پڑا ہے اگر اس کی زبان اس کے دل کے موافق نہیں تو کس قدر اس کے لیے شرمندگی کا مقام ہے۔

بلکہ ہو سکتا ہے اور نہایت قریب ہے کہ وہ منافقوں میں لکھا جائے دل تو اس کا زمین و آسمان کے حکیم و قدیر کو ظالم کہہ رہا ہے۔ کہ اسکی تقدیر کی تیز تلوار نے اس کے پارہ جگر کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے اور زبان خوش آوازی سے پڑھ رہی ہے الحمد للہ رب العالمین الخ۔ غرض یہ پاک تعلیم جو اسلام کی یگانہ خصوصیت اور مایہ ناز تعلیم ہے درے ٹھیرتی ہی نہیں جبتک نمازی کو سچا اور یک رنگ مومن نہ بنا دے۔

اس دارالکدورت میں تلاش اطمینان میں کسی نے کسی چیز سے پنجہ مارا ہے کسی نے کسی شئے سے بڑے بڑے فلاسفروں نے اس پر خامہ فرسائی کی ہے۔ اور وہ باتیں زور طبع سے بنائی ہیں جن پر جھک جانے سے خوشحالی حاصل ہو سکتی ہے۔ مگر عبث اور بے سود بھیترے ان اندہ لوگوں میں ایسے ہوئے ہیں جو بڑی تلخ کامی کے ساتھ اس دنیا سے اٹھے بعضوں نے خودکشی کا کڑوا پیالہ پیا اور بہتوں کی زندگی کے مختلف لمحے اضطراب اور جزع و فزع سے معمور نظر آتے ہیں۔ حقیقت میں ایک ہی چیز

ہے جو زندگی کے کھدار زمرید میں پوری استقامت اور سکینت اور طمانیت بخش سکتی ہے۔ اور وہ ہے۔

خدا تعالیٰ اور اس کی صفات پر کامل اور لذیذ ایمان اور اسی ایمان اور عرفان آمیز کا عملی اظہار ہے

الحمد للہ رب العالمین

قرآن کریم میں اس آیت سے واخر دعواھم ان الحمد للہ رب العلمین سے معلوم ہوتا ہے کہ بہشت میں یعنی اس سرور عالم میں جہاں ساری کدورتیں اور تلخیاں صاف اور ختم ہو جائیں گی اور سچی راحتوں کے خوشنما چہرے بے حجاب نظر آئیں گے بہشتی جوش سے آخری آواز یہ نکالیں گے

الحمد للہ رب العالمین

چونکہ اس دنیا میں اشتباہ اور التباس کے سبب سے مجازی اور بے حقیقت محمودین کر خدا تعالیٰ کے یگانہ استحقاق میں شریک ٹھیر جاتی ہیں۔ اور الوہیت اور رحیمیت اور رحمانیت کا بہت تھوڑا ذخیرہ جو ابتلائے رنگ میں انکو مرحمت کیا گیا ہے ایک کوتاہ نظر کو اس کی طرف مائل کر دیتا ہے کہ نظام عالم میں ان آلات اور ذوات کو کچھ دخل ہے اسلئے ہر شخص کو اس غبار آمیز جہان میں ایسی صاف آنکھ نہیں ملسکتی جو ان سارے کثیف اور تو بر تو حجابوں کو چیر کر دیکھ لے مگر اس عالم میں جبکہ لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار کی۔ اغیار کو جلا دینے والی بجلی اپنی تجلی دکھائے گی اور مطلع شرکا رنگے گرد و غبار سے صاف نظر آجائیگا۔ تب ساری حمدوں کا حقیقی مزا اور آشکار طور پر وہ واحد نظر آئیگا ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بالغ نظر اسی سے ثابت ہوتی ہے کہ آپ نے اس دارالکدورت اور عجائب عالم میں باری تعالیٰ عز اسمہ کی وہ ساری حمدیں کی ہیں جو لا انتہا مناظر طے کرنے اور چشم معرفت کے وا ہونے کے بعد بہشت میں بہشتیوں کی زبان سے نکلیں گی۔

اللھم صل علیہ وبارک وسلم

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

اس عنوان کے تحت حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ملفوظات (جن کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے الحکم نے محفوظ کیا ہے) شایع ہوتے رہیں گے ان میں روح حیات ہے۔ اور علمی قوتوں کی تربیت اور مخفی استعدادوں کی بیداری کا سامان ہے (خالد عرفانی)

روح کا تعلق قبور سے کشفی قوت اور عقل قویٰ

۵ جنوری ۱۸۹۹ء (سوال مولوی قطب الدین صاحب) "روح کا تعلق جو قبور سے بتلایا گیا ہے۔ اس کی اصلیت کیا ہے"؟

فرمایا "اصل بات یہ ہے کہ جو کچھ ارواح کے تعلق قبور کے متعلق احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آیا ہے وہ بالکل سچ اور درست ہے۔ ہاں یہ دوسرا امر ہے کہ اس تعلق کی کیفیت اور کنہ کیا ہے؟ جس کے معلوم کرنے کی ہم کو ضرورت نہیں۔ البتہ یہ ہمارا فرض ہو سکتا ہے کہ ہم یہ ثابت کر دیں کہ اس قسم کا تعلق قبور کے ساتھ ارواح کا ہوتا ہے اور اس میں کوئی محال عقلی لازم نہیں آتا۔

اور اس کے لئے ہم اللہ تعالیٰ کے قانون قدرت میں ایک نظیر پاتے ہیں۔ درحقیقت یہ امر اسی قسم کا ہے۔ جیسے ہم دیکھتے ہیں۔ کہ بعض امور کی سچائی اور حقیقت صرف زبان ہی سے معلوم ہوتی ہے۔ اور اس کو ذرا وسیع کر کے ہم یوں کہتے ہیں کہ حقایق الاشیاء کے معلوم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے مختلف طریقے رکھے ہیں۔ بعض خواص آنکھ کے ذریعے معلوم ہوتے ہیں اور بعض صداقتوں کا پتہ صرف کان لگاتا ہے اور بعض ایسی ہیں۔ کہ حس مشترک سے ان کا سراغ چلتا ہے۔ اور کتنی ہی سچائیاں ہیں کہ وہ مرکز قوائے یعنی دل سے معلوم ہوتی ہیں۔ غرض اللہ تعالیٰ نے صداقت کے معلوم کرنے کے لئے مختلف طریق اور ذریعے رکھے ہیں۔ مثلاً مصری کی ایک ڈلی کو اگر کان پر رکھیں تو وہ اس کا مزہ معلوم نہ کر سکیں گے اور نہ اس کے رنگ کو بتلا سکیں گے۔ ایسا ہی اگر آنکھ کے سامنے کریں گے تو وہ اس کے ذائقہ کے متعلق کچھ نہ کہہ سکے گی۔ اس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حقائق الاشیاء کے معلوم کرنے کے لئے مختلف قویٰ اور طاقتیں ہیں۔ اب آنکھ کے متعلق اگر کسی چیز کا ذائقہ معلوم کرنا ہو اور وہ آنکھ کے سامنے پیش ہو تو کیا ہم یہ کہیں گے کہ اس چیز میں کوئی ذائقہ ہی نہیں۔ یا آواز نکلتی ہو۔ اور کان بند کر کے زبان سے وہ کام لینا چاہیں تو کب ممکن ہے۔ آجکل کے فلسفی مزاج لوگوں کو یہ بڑا دھوکہ لگا ہوا ہے۔ کہ وہ اپنے عدم علم کی وجہ سے کسی صداقت کا انکار کر بیٹھتے ہیں۔ روزمرہ کے کاموں میں دیکھا جاتا ہے کہ سب کام ایک شخص نہیں کرتا بلکہ جداگانہ خدمتیں مقرر ہیں۔ سقہ پانی لاتا ہے۔ دھوبی کپڑے صاف کرتا ہے۔ باورچی کھانا پکاتا ہے۔ غرض کہ تقسیم محنت کا سلسلہ ہم انسان کے خودساختہ نظام میں بھی پاتے ہیں۔ پس اس اصل کو یاد رکھو کہ مختلف قوتوں کے مختلف کام ہیں۔ انسان بڑے قویٰ لیکر آیا ہے۔ اور طرح طرح کی خدمتیں اس کی تکمیل کے لئے ہر ایک قوت کے سپرد ہیں۔ ادان فلسفی ہر بات کا فیصلہ اپنی عقل خام سے چاہتا ہے۔ حالانکہ یہ بات غلط محض ہے۔ تاریخی امور تو تاریخ ہی سے ثابت ہونگے اور خواص الاشیاء کا تجربہ بدوں تجربہ صحیحہ کے کیونکر لگ سکے گا۔ امور قیاسیہ کا پتہ عقل دے گی۔ اسی طرح پر متفرق طور پر الگ الگ ذرائع ہیں۔ انسان دھوکہ میں مبتلا ہو کر حقائق الاشیاء کے معلوم کرنے سے تب ہی محروم ہو جاتا ہے جب کہ وہ ایک ہی چیز کو مختلف امور کی تکمیل کا ذریعہ قرار دے لیتا ہے میں اس اصول کی صداقت پر زیادہ کہنا ضروری نہیں سمجھتا کیونکہ ذرا سے فکر سے یہ بات خوب سمجھ میں آجاتی ہے۔ اور روزمرہ ہم ان باتوں کی سچائی کو دیکھتے ہیں۔ پس جب روح جسم سے مفارقت کرتی ہے یا تعلق پکڑتی ہے، تو ان باتوں کا فیصلہ عقل سے نہیں ہو سکتا۔ اگر ایسا ہوتا تو فلسفی اور حکماء ضلالت میں مبتلا نہ ہوتے۔ اسی طرح پر قبور کے ساتھ جو تعلق ارواح کا ہوتا ہے۔ یہ ایک صداقت تو ہے۔ مگر اس کا پتہ دینا اس آنکھ کا کام نہیں۔ یہ کشفی آنکھ کا کام ہے کہ وہ دکھلاتی ہے۔ اگر محض عقل سے اس کا پتہ لگانا چاہو تو کوئی عقل کا تپلا اتنا ہی بتلائے کہ روح کا وجود بھی ہے یا نہیں؟ ہزار اختلاف اس مسئلہ پر موجود ہیں۔ اور ہزارہا فلاسفر دہریہ مزاج موجود ہیں جو منکر ہیں۔ اگر نری عقل کا یہ کام تھا، تو پھر اختلاف کا کیا کام؟ کیونکہ جب آنکھ کا کام دیکھنا ہے تو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ زید کی آنکھ تو سفید چیز کو دیکھے۔ اور بکر کی ویسی ہی آنکھ اس سفید چیز کا ذائقہ بتلائے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ نری عقل روح کا وجود بھی یقینی طور پر نہیں بتلا سکتی۔ چہ جائیکہ اس کی کیفیت اور تعلقات کا علم پیدا کر سکے۔ فلاسفر تو روح کو ایک سبز لکڑی کی طرح مانتے ہیں۔ اور روح فی الخارج ان کے نزدیک کوئی چیز ہی نہیں۔ یہ تقاسیر روح کے وجود اور اس کے تعلق وغیرہ کی چشمہ نبوت سے ملی ہیں۔ اور نرے عقل والے تو دعویٰ ہی نہیں کر سکتے۔ اگر کہو کہ بعض فلاسفروں نے کچھ کہا ہے تو یاد رکھو کہ انھوں نے منقولی طور پر چشمہ نبوت سے کچھ لیکر کہا ہے۔ پس جب یہ بات ثابت ہو گئی۔ کہ روح کے متعلق علوم چشمہ نبوت سے ملتے ہیں۔ تو یہ امر کہ ارواح کا قبور کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔ اور السلام علیکم یا اہل القبور کہنے سے جواب ملتا ہے۔ پس جو آدمی ان قویٰ سے کام لے جن سے کشف قبور ہو سکتا ہے۔ اور ان تعلقات کو دیکھ سکتا ہے۔

ہم ایک بات مثال کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ کہ ایک نمک کی ڈلی اور ایک مصری کی ڈلی رکھی ہو۔ اب عقل محض ان پر کیا فتویٰ دے سکے گی۔ ہاں اگر ان کو چکھینگے تو جداگانہ مزوں سے معلوم ہو جاوے گا۔ کہ یہ نمک ہے اور وہ مصری ہے۔ لیکن اگر حسِ لسان ہی نہیں تو نمکین اور شیریں کا فیصلہ کوئی کیا کریگا؟ پس ہمارا کام صرف دلائل سے سمجھا دینا ہے آفتاب کے چڑھنے میں جیسے ایک اندھے کے انکار سے فرق نہیں آسکتا۔ اور ایک مسلوب القوۃ کے طریق استدلال سے فائدہ اٹھانے سے اس کا ابطال نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح پر اگر کوئی شخص کشفی آنکھ نہیں رکھتا تو وہ اس تعلق ارواح کو کیونکر دیکھ سکتا ہے۔

پس اس کے انکار سے محض اس لئے کہ وہ دیکھ نہیں سکتا اس کا انکار جائز نہیں ہے ایسی باتوں کا پتہ نری عقل اور قیاس سے کچھ نہیں لگتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس لئے انسان کو مختلف قویٰ دیئے ہیں۔ اگر ایک ہی سب کام دیتا تو پھر اس قدر قویٰ کے عطا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ بعض کا تعلق آنکھ سے ہے اور بعض کا کان سے بعض زبان سے تعلق ہیں اور بعض ناک سے مختلف قسم کی حسیں انسان رکھتا ہے قبور کے ساتھ تعلق ارواح کے دیکھنے کے لئے کشفی قوت اور حس کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی کہے کہ یہ ٹھیک نہیں ہے تو وہ غلط کہتا ہے! انبیاء علیہم السلام کی ایک کثیر تعداد کروڑہا اولیاء و صلحاء کا سلسلہ دنیا میں گذرا ہے! ور مجاہدات کرنے والے بے شمار لوگ ہو گذرے ہیں اور وہ سب اس امر کی زندہ شہادت ہیں۔ گو اس کی اصلیت اور تعلقات کی وجہ عقلی طور پر ہم معلوم کر سکیں یا نہ مگر نفس تعلق سے انکار نہیں ہو سکتا۔ غرض کشفی دلایل ان ساری باتوں کا فیصلہ کئے دیتے ہیں۔ کان اگر نہ دیکھ سکیں تو ان کا کیا قصور؟ وہ اور قوت کا کام ہے ہم اپنے ذاتی تجربہ سے گواہ ہیں

کہ روح کا تعلق قبر کے ساتھ ضرور ہوتا ہے۔ انسان میت سے کلام کر سکتا ہے۔ روح کا تعلق آسمان سے بھی ہوتا ہے جہاں اس کے لئے ایک مقام ملتا ہے میں پھر کہتا ہوں کہ یہ ایک ثابت شدہ صداقت ہے۔ ہندوؤں کی کتابوں میں بھی اس کی گواہی موجود ہے یہ مسئلہ عام طور پر مسلّمہ مسئلہ ہے۔ بجز اس فرقہ کے جو نفی بقائے روح کرتا ہے اور یہ امر کس جگہ تعلق ہے کشفی قوت خود ہی بتلا دیگی جیسا کہ جیالوجسٹ (عالم علم طبقات الارض) بتلا دیتے ہیں کہ یہاں فلاں دھات ہے۔ اور وہاں فلاں کان ہے۔ دیکھو ان میں یہ ایک قوت ہوتی ہے جو فی الفور بتلا دیتی ہے پس یہ بات بھی بات ہے کہ ارواح کا تعلق قبور سے ضرور ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اہل کشف توجہ سے میت کے ساتھ کلام بھی کر سکتے ہیں۔ اور اوہام اور اعتراضوں کا سلسلہ ایسا لمبا ہے کہ ختم ہی نہیں ہوتا۔

(الحکم جلد ۳ صفحہ ۳ پرچہ ۲۲ جنوری ۱۸۹۹ء)

نوٹ:- جیسا کہ قارئین کرام نے پڑھا آپ نے اس کشفی قوت کے تجربات میں اپنا صاحب تجربہ ہونا فرمایا ہے اس کی تائید میں ایک واقعہ کا بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۱۸۸۶ء میں ہوشیار پور کا ایک مشہور سفر کیا تھا اسی پر ہوشیار پور سے پانچ چھ میل کے فاصلہ پر ایک بزرگ کی قبر جہاں باغیچہ وغیرہ تھا تھوڑی دیر آرام کرنے کے لئے ٹھہر گئے اس موقعہ پر اس بزرگ کے مزار پر دعا کے لئے گئے اس کا ذکر حضرت منشی عبداللہ صاحب سنوری رضی اللہ عنہ نے اس طرح کیا ہے

ہوشیار پور سے پانچ چھ میل کے فاصلہ پر ایک بزرگ کی قبر ہے جہاں باغیچہ سا لگا ہوا تھا وہاں پہنچ کر حضور تھوڑی دیر کیلئے بہلی سے اتر آئے اور فرمایا یہ عمدہ سایہ دار جگہ ہے یہاں تھوڑی دیر ٹھہر جاتے ہیں اس کے بعد حضور قبر کی طرف تشریف لے گئے میں بھی پیچھے پیچھے ساتھ ہو گیا اور شیخ حامد علی اور فتح خان بہلی کے پاس رہے آپ مقبرہ پر پہنچ کر اس کا دروازہ کھول کر اندر گئے اور قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے اور تھوڑی دیر تک دعا فرماتے رہے پھر واپس آئے اور مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا "جب میں نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے تو جس بزرگ کی یہ قبر ہے وہ قبر سے نکل کر دو زانو ہو کر میرے سامنے بیٹھ گئے اور اگر آپ ساتھ نہ ہوتے تو میں ان سے باتیں بھی کر لیتا ان کی آنکھیں موٹی موٹی ہیں اور رنگ سانولا ہے کہا کہ دیکھو اگر یہاں کوئی مجاور ہے تو اس سے ان کے حالات پوچھیں چنانچہ حضور نے مجاور سے دریافت کیا اس نے کہا میں نے ان کو خود نہیں دیکھا کیونکہ ان کی وفات کو قریباً ایک سو سال گذر گیا ہاں اپنے باپ دادا سے سنا ہے کہ یہ اس علاقہ کے بڑے بزرگ تھے۔ اور اس علاقہ میں ان کا بہت اثر تھا۔ حضور نے پوچھا ان کا حلیہ کیا تھا ؟ کہنے لگا سنا ہے سانولہ رنگ تھا اور موٹی موٹی آنکھیں تھیں۔ پھر ہم وہاں سے روانہ ہو کر قادیان پہنچ گئے۔

سیّدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کا تازہ کلام

تو جان کا لینے والا بن مجھکو تو کوئی انکار نہیں

۱۔ عقبیٰ کو بھلایا ہے تو نے احمق ہے ہشیار نہیں
یہ تیری ساری لسانی بیکار ہے گر کردار نہیں

۲۔ اس یار کے در پر جانا کچھ مشکل نہیں کچھ دشوار نہیں
اس طرف جو راہیں جاتی ہیں وہ ہرگز ناہموار نہیں

۳۔ میں اس کا ہاتھ پکڑ کر نہ افلاک سے اونچا اڑتا ہوں
پر میرے دشمن کا کوئی دربار نہیں سرکار نہیں

۴۔ وہ خاک سے پیدا کرتا ہے وہ مردے زندہ کرتا ہے
جو اسکی راہ میں مرتا ہے وہ زندہ ہے مردار نہیں

۵۔ تم انسانوں کے چیلے ہو میں اس کے در کا ریزہ چیں
میں عالم ہوں میں فاضل ہوں پر سر پہ مرے دستار نہیں

۶۔ جادو ہے مری نظروں میں تاثیر ہے میری باتوں میں
میں سب دنیا کا فاتح ہوں۔ ہاتھوں میں مگر تلوار نہیں

۷۔ میں تیز قدم ہوں کاموں میں بجلی ہی میری رفتار نہیں
میں مظلوموں کی ڈھارس ہوں مرہم ہی مری گفتار نہیں

۸۔ ہوں صدر کہ شاہ کوئی بھی ہوں میں ان سے دب کر کیوں بیٹھوں
سرکار مری ہے مدینہ میں یہ لوگ مری سرکار نہیں

۹۔ تو اس کے پیارے ہاتھوں کو اپنی گردن کا طوق بنا!
کیا تو نے گلے میں ڈالا ہے ذوالنار ہے یہ زنار نہیں

۱۰۔ اسلام پہ آفت آئی ہے لیکن تو غافل بیٹھا ہے
اٹھ دشمن پر یہ ثابت کر تو زندہ ہے مردار نہیں

۱۱۔ جن معنوں میں وہ کہتا ہے قہار بھی ہے جبار بھی ہے
جن معنوں میں تم کہتے ہو قہار نہیں جبار نہیں

۱۲۔ دوزخ میں جلنا سخت برا پر یہ بھی کوئی بات نہ تھی
سو عیب کا اس میں عیب ہے یہ گفتار نہیں دیدار نہیں

۱۳۔ کچھ اس میں کشش ہی ایسی ہے دل ہاتھ سے نکلا جاتا ہے
ورنہ میں اپنی جان سے کچھ ایسا بھی تو بیزار نہیں

۱۴۔ جاں میری گھٹتی جاتی ہے۔ دل پارہ پارہ ہوتا ہے
تم بیٹھے ہو چپ چاپ جو یوں کیا تم میرے دلدار نہیں

۱۵۔ میں تیرے تن کا شاہد ہوں تو میری کمزوری کا گواہ
مجھ سا بھی طبیب نہیں کوئی مجھ سا بھی کوئی بیمار نہیں

۱۶۔ وہ جو کچھ مجھ سے کہتا ہے پھر میں جو اسے کہتا ہوں
اک راز محبت ہے جس کا اعلان نہیں اظہار نہیں

۱۷۔ میں ہر صورت سے اچھا ہوں اک دل میں خلش سی رہتی ہے
گر عشق کوئی آزار نہیں مجھکو بھی کوئی آزار نہیں

۱۸۔ کیا اس سے بڑھکر راحت ہے جان نکلے تیرے ہاتھوں میں
تو جان کا لینے والا بن مجھ کو تو کوئی انکار نہیں

اطلاعات

مُبارک باد

صاحبزادہ مرزا مجید احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ خلف حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی شادی صاحبزادی قدسیہ بیگم دختر حضرت نواب محمد عبد اللہ خاں صاحب سے یکم اپریل کو ہوئی ہے۔ "الحکم" اس مبارک تقریب پر سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ، حضرت ام المومنین اطال اللہ بقاءہا، حضرت مرزا بشیر احمد صاحب، نواب محمد عبد اللہ خاں صاحب کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتا ہے۔ اور ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس تعلق کو جانبین کے لئے بابرکت کرے (آمین ثم آمین)

ضَروری اعلان

لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے امتحان کی تاریخ ۲۹-۳۰ اپریل کی بجائے اب ۶ مئی مقرر کی گئی ہے۔ لجنات زیادہ سے زیادہ شامل ہونے کی کوشش کریں۔ امتحان قرآن مجید کے تیسرے پارہ کا با ترجمہ اور تجلیات الٰہیہ کا ہوگا۔ یہ کتاب دفتر لجنہ اماء اللہ سے مل سکتی ہے۔

(سکرٹری تعلیم لجنہ اماء اللہ مرکزیہ)

"ماہنامہ درویش"

قادیان دارالامان سے محترم صدر بزم درویشاں مطلع فرماتے ہیں کہ وہ بہت جلد ایک ماہوار رسالہ "درویش" شائع کر رہے ہیں اس میں چند صفحات احمدی خواتین کے لئے مخصوص کئے گئے ہیں۔ ان صفحات کے لئے مضامین درکار ہیں۔ اہل قلم احمدی خواتین ہمارے مقدس مرکز سے نکلنے والے اس ماہنامے کی قلمی معاونت فرمائیں۔

درخواست دُعا

ہمارے مخالف رشتہ داروں نے ہم پر زمین کا جھوٹا مقدمہ دائر کر رکھا ہے اور ہماری جدی زمین پر قبضہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ تمام جماعت کے بھائیوں اور بہنوں سے درخواست ہے۔ کہ اس مقدمہ میں ہماری کامیابی کیلئے دعا فرمائیں۔

(محمودہ بیگم اہلیہ ماسٹر محمد ابراہیم صاحب خلیل)

حضرت مفتی محمد صادق صاحب

تحریر فرماتے ہیں کہ "عاجز کی آنکھوں میں غبار بہت ہو گیا ہے لکھنا پڑھنا کچھ کر نہیں سکتا۔ جو دوست دعا کے لئے لکھتے ہیں ان کے لئے دعائیں کرتا رہتا ہوں مگر خطوط کے جواب نہیں دے سکتا۔

(مفتی محمد صادق صاحب ربوہ)

عَام اِجلاس

مجلس خدام الاحمدیہ کراچی کا ایک عام اجلاس مورخہ ۲۹ اپریل ۱۹۵۱ء بروز اتوار بوقت ۸ بجے صبح انشاء اللہ تعالیٰ احمدیہ ہال میں منعقد ہوگا۔ جس میں مکرم امیر صاحب جماعت احمدیہ کراچی خدام کو اپنی زریں نصائح سے مستفیض فرمائیں گے۔ لہٰذا زعماء کرام حلقہ جات سے پُرزور گذارش ہے۔ کہ ہر ممکن کوشش سے جلسہ کی حاضری کو زیادہ سے زیادہ بڑھانے کی کوشش کریں۔ امید ہے۔ کہ جملہ خدام تعاون فرما کر اپنی بیداری کا ثبوت دینگے۔ خدام کی حلقہ وار حاضری کا اہتمام کیا جائے گا۔

المعلن:۔ خاکسار عبد الوہاب معتمد مقامی۔

محبانِ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

خاص نمبر کیلئے۔ سب سے پہلی لبیک ہو کاپی کے لئے مکرم سید حسن صاحب نے حیدرآباد سے کی ہے۔

خاص نمبر کیلئے۔ دوسری لبیک محترم چوہدری محمد لطیف ابن جناب چوہدری محمد شفیع صاحب ریٹائرڈ انجینئر نے ۵۰ کاپی کے لئے ڈگری (سندھ) سے کی ہے۔

جزاکم اللہ احسن الجزاء

خالد عرفانی

داستانِ مہجوری

پیارے مرکز اوّل کے گوش گزار

محترمہ شمیم صاحبہ

پیارے مرکز! تیری قدسیت پہ میں ہر دم نثار — ہجر میں تیرے رہی تھی مدتوں زار و نزار
تیری فرقت نے کئے جیب و گریباں تار تار — اور جدائی میں تری سینہ رہا میرا فگار

کس طرح میں نے گزاری تھی وہ مدت بیقرار
کس طرح لمبے زمانے تک، کیا کی انتظار

اس طرف سوزِ دروں رکھتا تھا ہیم دلفگار — اُسطرف قسمت کی رسّی میں تھے پھندے صد ہزار
اس طرف آتش فشانی تھی جگر کی شعلہ بار — اسطرف اشکوں کی لڑیاں یاد پر تیری نثار

کان تیرے نغمۂ تقدیس سُننے کے لئے
اور احساسِ عقیدت تجھ سے ملنے کیلئے

ہاں قدم بوسی کو تیری، روح سیماب تھی — تیرے جلووں کی تڑپ میں، ہر گھڑی بیخواب تھی
اے دیارِ پاک! میری آرزو بیتاب تھی — جلوہ گاہِ قدسیاں! میں ماہیٔ بے آب تھی

آخرش بر آئیں امیدیں دِلِ مہجور کی
رحمتِ باری نے میری التجاء منظور کی

گرچہ میں بیمار تھی، معذور تھی، مجبور تھی — اپنی اس خوبیٔ قسمت کی مگر مخمور تھی
دور افتادہ، تری آغوش میں مستور تھی — اور ضیاؤں میں تری یہ، بے پناہ مسرور تھی

پر یکایک آگ بھڑ بجھ کر فروزاں ہو گئی
میری ساری آرزوئیں لے کے "ہجرت" سو گئی

یعنی ناکامیٔ قسمت کا نہ تھا کوئی علاج — چارہ گر مجبور تھے، خنداں تھا قدرت کا مزاج
مُدتوں کی تشنہ لب، پر کون سُنتا احتجاج — چھوٹنے کا تجھ سے غم، پر کون رکھتا غم کی لاج

دِل تڑپتا رہ گیا حسرت مچلتی رہ گئی
وہ لگا سینہ پہ چرکہ ہاتھ ملتی رہ گئی

تیری حسرت کو لئے پہلے گزارے تیس سال — ایک پل اور اک گھڑی یوں تھے کہ جیسے ماہ و سال
کٹ گئی آخر وہ مدت، مٹ گئے سارے ملال — پھر نئے سر سے نئی، گنتی کا یہ آیا وبال

کیا تجھے ملحوظ بھی کچھ خاطرِ ناشاد ہے
یاد میں تیری کٹی جو عمر بے بنیاد ہے

اپنی شمع سے نہ پروانے رہیں گے دُور دُور — اسمیں کیا شک ہے کہ تجھ سے آملیں گے بالضرور
ہیں مگر افتادگیٔ تقدیر سے یوں ناصبور — اس ستمگر کا ستم ڈالے نہ پھر کوئی فتور

اِک نگاہ لطف کی ہے التجا اے جانِ جاں
تجھ سے مل کر پھر نہ بچھڑوں، کر عطا ایسا نشاں

(مصباح کے شکریہ کے ساتھ)

اسلامی تاریخ کے ایمان افروز واقعات

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را
گاہے گاہے باز خواں ایں دفتر پارینہ را

(۱)

قرونِ اولیٰ کے مسلمان کا نظریہ

ایران فتح ہوگیا اور ایرانی ترائن کی بے شمار دولت زر وجواہر ہر قسم کے نفیس اور قیمتی سامان اور خزائنِ مدائن کی فتح پر مدینہ لائے گئے یہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت تھا۔ اس بے شمار مال غنیمت کی نمائش ہوئی خود حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی اس کے دیکھنے کے لئے تشریف لائے اور اس گرانمایہ ساز وسامان اور خزائن کو دیکھ کر رو پڑے لوگوں نے عرض کیا کہ یہ رونے کا کیا موقعہ ہے یہ سب سامان تو دشمن نے ہماری تباہی وبربادی کے لئے جمع کیا تھا اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس پر قابو دیدیا

فرمایا میں ڈرتا ہوں کہ اس مال و دولت ہی نے ان قوموں کو تباہ کیا اور آج یہ مال و دولت میری قوم میں، آرہا ہے میں نہیں جانتا کہ میری قوم کا کیا حشر ہوگا۔

یہ تھی مال و دولت کی قیمت قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی نظر میں ان کا مقصد بہت بلند تھا وہ سفلی زندگی کی تمناؤں اور آرزوؤں سے پاک ہوچکے تھے آج دنیا کا مقصد سفلی زندگی اور اس کے حصول کے سامان ہیں؛ دنیا میں آج جو جنگ اور ایکدوسرے کی تباہی کی کوششیں اور منصوبے جاری ہیں وہ اسی مردار دنیا کے لئے۔

(۲)

آزادیٔ ضمیر وآزادیٔ رائے

اسلام نے آزادیٔ ضمیر اور آزادیٔ رائے کی نعمت دنیا کو عطا کی اور جب اسلام کی عملی حکومت دنیا پر قائم تھی تو حقیقی مسلمان تلواروں کے سائے اور سلاطین کے درباروں میں بھی نہایت آزادی سے اپنی رائے کا (جسے وہ صحیح سمجھتے تھے) اظہار کرتے ہوئے نہ ڈرتے تھے اور اس کا نتیجہ یہ تھا کہ جابر اور مقتدر سلاطین بھی محض آزادانہ رائے پر مواخذہ نہ کرتے تھے اس کا نتیجہ تھا کہ مسلمان خوشامد اور منافقانہ فطرت سے بچے آج اس زمانہ میں حق کہنے اور حق سننے کی تاب بہت کم لوگوں میں پائی جاتی ہے۔ اسلامی تاریخ کی ورق گردانی کرو تو تمہیں ایسے عالی حوصلہ لوگوں کی مثالیں ملیں گی جو تمہارے لئے نشانِ سبیل ہیں۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا جو مقام اور مرتبہ ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ایک دن، آپ کے حلقۂ درس میں ایک نوجوان آیا اور اس نے حضرت امام سے ایک مسئلہ پوچھا آپ نے جواب دیا مگر اس نوجوان نے اسے تسلیم نہ کیا اور کہا ابو حنیفہ تمہارا جواب صحیح نہیں۔

ابو الخطاب جرجانی حلقۂ درس میں، شریک تھے ان کو نہایت غصہ آیا اور انہوں نے برہم ہوکر حاضرین حلقہ کو کہا کہ تم لوگ بڑے بے غیرت ہو کہ امام کی شان میں کل کا لونڈا جو جی میں آتا ہے کہہ جاتا ہے۔ اور تم کو ذرا احساس نہیں ہوتا۔ حضرت امام نے ابو الخطاب کو مخاطب کر کے فرمایا۔

"ان لوگوں پر کچھ الزام نہیں میں اس جگہ بیٹھا ہوں تو اسی لئے بیٹھا ہوں کہ لوگ آزادانہ میری رائے کی غلطیاں ثابت کریں اور میں تحمل کے ساتھ سنوں"

۴۴

یہ جام جم سے بڑھ کر ہے

اسلئے اسکو یہ عزت اور فوقیت حاصل ہے کہ وہ انسانی جسم کا سردار ہے۔ میں اس تصوری حالت سے نکلا اور میں نے کہا کہ قرآن کریم جو فرمایا فتبارک اللہ احسن الخالقین یہ سچی فلاسفی اور فطرت کی صحیح آواز ہے انسان اپنی عقل اور ذہنی قوتوں سے ایک نئی دنیا پیدا کرتا ہے جو اپنے عجائبات کے لحاظ سے جاذب اور دلکش ہوتی ہے۔ مگر جب آخری نتیجہ پر انسان سوچتا ہے تو کھل جاتا ہے کہ یہ کچھ بھی نہ ہوتا اگر اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے انسان کو اور دنیا کی ساری چیزوں کو ان کے خواص کو اور انسانی دماغ کی غلبہ پذیر داؤ یوں کی قوتوں کو پیدا نہ کرتا میں نے پھر اپنے سر کو اٹھایا اور اسی فکری اور تصوری دنیا میں اللہ تعالیٰ کہکے۔

مشاہدات عرفانی

حضرت عرفانی الکبیر جن ایام میں لنڈن میں مقیم تھے وہ اسی عنوان سے ایک لنڈنی مکتوب لکھا کرتے تھے جو الفضل میں شائع ہوتا تھا۔ اور بڑی دلچسپی سے پڑھا جاتا تھا میری درخواست پر انہوں نے وقتاً فوقتاً الحکم کے دورِ جدید میں اسی عنوان کے تحت اپنے مشاہدات وتاثرات لکھنے کا وعدہ فرمایا ہے میری دعا ہے کہ دیر تک وہ سلامت رہیں اور اپنے تاثرات سے محظوظ فرماتے رہیں۔ ان کے تاثرات ومشاہدات میں ایک درسِ عبرت ہے۔

(خالد عرفانی)

(۱)

دنیا ایک تماشہ گاہ ہے اور انسان باوجود ایکٹر ہونے کے ناظر کی حیثیت سے پھرتا اور رہتا ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ باوجود آنکھیں رکھنے کے وہ نہیں دیکھتا اور باوجود کان رکھنے کے نہیں سنتا اور دل و دماغ کے انعامات سے بہرہ ور ہوکر بھی نہیں سوچتا تھوڑے ہیں جو دیکھتے ہیں اور بہت ہی کم ہیں جو سوچتے ہیں میں چاہتا ہوں کہ دیکھوں اور بصیرت سے کام لوں دنیا کا ہر واقعہ ہمارے لئے ایک داستانِ عبرت اور درسِ حقیقت ہے بشرطیکہ ہم سنیں اور سمجھیں دیکھیں اور سوچیں

(۲)

میں نے بازار میں ایک فوٹو گرافر کو دیکھا جو ایک کیمرہ رکھے ہوئے تصویر کے خواہشمندوں کی فوٹو اتار رہا تھا۔ میں نے انسانی دماغ کے اس کمال کو دیکھا کہ اس نے ایسی ایجاد کی ہے جس سے ہر چیز کی تصویر بآسانی لی جاسکتی ہے۔ میں ابھی انسانی دماغ کے اس کمال کی تعریف کرنے نہ پایا کہ میرے دماغ نے میری قوتِ فکر کو دوسرے طرف پھیر دیا۔ اور وہ اس قدرتی کیمرہ کا مشاہدہ تھا جو ہر شخص کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔ اور وہ انسانی آنکھ ہے۔

(۳)

اس خیالی رو کے ساتھ ہی میں دیکھنے لگا کہ ہر لحظہ میری اور ہر انسان کی قوتِ حافظہ تصویر کشی میں مصروف ہے۔ جو چیز سامنے آئی فوراً اس کا نقش حافظہ پر ہوگیا نہ صرف یہ بلکہ ہر وہ چیز جس کا ادراک کسی بھی حس کے ذریعہ ہو اس کی تصویر حافظہ میں موجود اور پھر کبھی وہ تصویر محو نہیں ہوتی۔ یہ امر دوسرا ہے کہ بعض حوادث وحالات کے ماتحت اس تصویر کو ہم اپنے دماغی نگار خانہ سے نکال نہ سکیں لیکن وہ ضائع نہیں ہوتی پھر اور تصور کے اسی ذوق نے ایک نئی دنیا میرے سامنے پیش کر دی اور میں آگے بڑھ کر ایک جگہ بیٹھ گیا میری آنکھ کھلی تھی مگر میں کچھ نہ دیکھتا تھا اور میں اب فکری نگار خانہ میں پھر رہا تھا جس میں داخلہ کے لئے کسی زبانی یا تحریری حکم کی ضرورت نہ تھی تصور کی ایک رو کیا تھی ہزاروں میل کا سفر کر کے کبھی لنڈن کے کوچہ بازار میں پھر رہا تھا۔ اور کبھی پیرس کے ایفل ٹاور کا نقشہ اور کبھی استنبول کی مسجد ایا صوفیہ اور گولڈن ہارن کا نظارہ کر رہا تھا پھر وہاں سے چلا تو بیت اللہ کا زندگی بخش نظارہ میرے سامنے تھا۔ نہ صرف یہ کہ بیت الحرام کے ناقوات بھی یکے بعد دیگرے گذر رہے تھے میں نہایت اطمینان کے ساتھ ان مقامات میں پھرتا تھا جو اپنی پوری شان وشوکت اور جاذب نظر استاروں کے ساتھ میرے سر میں موجود تھے اور یہاں اپنے مادی وجود کے ساتھ وہاں کچھ بھی نہ تھا۔

(۴)

میں اس فکری حیرت کدہ میں خود تصویر حیرت بنگیا اس لئے کہ میں نے دیکھا کہ میری ابتدائی زندگی کے مناظر میرے سامنے تھے اب میں نے اپنے دماغ کو اچھا خاصہ قدیم اشیاء کا نگار خانہ پایا اور کم از کم گذشتہ ستر سال کے ہر اس واقعہ کے مرقع کو میں دیکھنے لگا جس کو پیش کرنے کا میرا فکر حکم دیتا یہ سب میرے لئے بہت دلچسپ تھی اور ہر اس آدمی کے لئے دلچسپ ہوگی جو اپنی قوتِ تصور اور قوتِ مشاہدات اور قوتِ حافظہ کے عجائبات پر غور کریگا۔ کمانشہ سر کے گولہ کو میں نے دیکھا اور چھوا اور میں نے کہا کہ (باقی ملاحظہ ہو کالم ۴۴)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نایاب اور اچھوتی تحریریں

خداوند تعالےٰ کی کتاب کے کیا کام ہیں

انسان کا مقصد اقصیٰ وہ مرتبہ قصوی ہے۔ کہ جس سے انسان اپنی سعادت قصوی کو پہنچ جانے اور وہ یہ ہے جو انسان کی تمام لذت اور تمام راحت اور تمام مقصود خدا ہی ہو جائے۔ اور اُس کی محبت میں ایسا کھویا جائے کہ اپنے وجود میں کچھ نہ رہے۔ لیکن اس مرتبہ قصوی تک پہونچنے کے لئے کئی وسائل ہیں۔ کہ جب تک وہ حاصل نہ ہوں یہ مرتبہ بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔

ایک ان میں سے **تکمیل قوت نظری** ہے۔ اور دوسری ان میں سے **تکمیل قوت عملی** ہے۔

تکمیل قوت نظری سے یہ مراد ہے جو وہ سب وسائل حصول یقین کے انسان کو حاصل ہوں جو خدا تعالےٰ کی ذات اور صفات اور احدیت پر یقین کامل پیدا کرنے کے لئے ضروری ہیں۔

تکمیل قوت علمی سے یہ مراد ہے۔ جو ممارست عمل اُس حد تک پہنچائی جائے کہ جس سے توجہ الی اللہ ایسا ملکہ تمام ہو جائے جو بہت ہی آسانی سے صادر ہو۔ اب جاننا چاہیئے جو اکثر قرآن شریف دو ہی حصہ پر مشتمل ہے۔

ایک تکمیل قوت فطری، اور ایک تکمیل قوت عملی،

کیونکہ اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف کی نسبت فرمایا ہے **شفاءٌ لما فی الصدور** یعنی جو جو مرض روحانی انسان کے دل پر وارد ہوتے ہیں سب کی اس کلام پاک میں دوا موجود ہے۔ اور امراض بتفصیل ذیل ہیں۔

۱۔ بعض لوگ ایسے ہیں کہ شکوک اور شبہات ذات یا صفات باری تعالےٰ کی نسبت رکھتے ہیں۔ اس وجہ سے حق کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔

۲۔ بعض لوگ خدا کو مانتے تو ہیں کہ ہے مگر اس غلطی میں پڑے ہوئے ہیں کہ راحت عظمیٰ نفسانی لذتوں کو خیال کرتے ہیں۔ پس وہ جذبات نفس سے مغلوب ہو کر حظوظ نفسانی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ پس یہ بھی حقیقت میں قوت نظریہ کی غلطی ہے۔ جو راحت حقیقی کی منزلت ان پر منکشف نہیں ہوتی۔

فائدہ سب سے پہلے انسان پر خدا تعالےٰ کی صفت قہاری کی واضح ہوتی ہے کیونکہ یہ امر نہایت بدیہی اور محسوس ہے جو ایک طاقت عظمیٰ نے ہر ایک چیز کو اپنا مقہور اور مغلوب کر رکھا ہے۔

جو لوگ خدا تعالےٰ کی صفات سے منکر ہو جاتے ہیں۔ وہ بھی اس امر بدیہی سے انکار نہیں کر سکتے۔ جو بجز ایک ذات باری تعالےٰ کے ارادے مطلق کسی چیز کو حاصل نہیں۔

اشرف المخلوقات انسان ہے۔ جو خود اپنے نفس کو باعتبار علم اور عقل اپنے کے اور تمام مخلوقات پر ترجیح دیتا ہے مگر وہ بھی اپنے نفس کو مجبور ہی پاتا ہے ایک انگلی اپنا قد بڑھا نہیں سکتا۔ ایک دن اپنا عمر کا زیادہ نہیں کر سکتا پس ہر ایک چیز کا مقہور اور مغلوب ہونا ایک قاہر کی ذات پر اول دلیل ہے۔

اور جس طرح بچے کو بوقت شروع سن تمیز کے پہلے پہل بدیہیات پر اطلاع ہوتی ہے۔ اسی طرح جو شخص بیضہ بشریت کے غفلت خانے سے پہلے پہل متنبہ ہو کر کچھ دیکھتا ہے وہ یہی ہے کہ جو خدا تعالےٰ کی صفت قاہریت کو تمام زیر و بالا پر محیط پاتا ہے۔ اور کسی چیز کو اس کے پنجہ تصرف سے باہر نہیں دیکھتا

پس اس عظمت کے مشاہدہ کرنے سے اول قدم جو وہ خدا کی طرف رکھتا ہے تو یہ ہے۔ اور سرکشی سے پرہیز کرتا ہے شاید اس صفت پر کوئی شخص کچھ زیادہ بحث کرے کہ صفت قہاری کی خدا کی تمام صفات میں سے اجلیٰ بدیہیات کس دلیل سے ہے۔ سو واضح ہو کہ صفت قہاری کی اجلیٰ بدیہیات اس وجہ سے ہے کہ یہ مسئلہ نہایت ہی واضح ہے۔ کہ دنیا میں کسی مخلوق کے لئے ایسی آزادی حاصل نہیں۔ کہ بس اس کی ساری مرادیں حاصل ہوں۔ گو ایک شخص خدا سے منکر ہی ہو۔ پر وہ بھی اپنے آپ کو آزاد اور خود مختار نہیں کہہ سکتا۔ اسکو بھی جب موت دار اس عالم فانی سے گزر جانا یاد آتا ہے تو وہ بھی اپنے آپ کو نہایت لاچار و مجبور پاتا ہے۔ پس وہ اگرچہ اپنی نادانی سے ایک ذات قاہر کا منکر ہے۔ پر تب بھی وہ مقہور ہونے سے تو منکر نہیں ہو سکتا۔ پس یہ مقہور ہونا اسکی کمر کو بھی توڑتا ہے۔ پس ظاہر ہے کہ دنیا میں صفت قہر کی بہت ہی واضح ہے کہ جس سے دہریے بھی مغموم اور محزون ہیں۔ بلکہ یہ ایسی بدیہی صفت ہے کہ حیوانات لایعقل بھی اس سے بے خبر نہیں۔ ہر ایک حیوان جو دوسری چیز سے ڈرتا ہے وہ اپنی مقہوریت کا قائل ہے۔ اگر وہ اپنے آپکو عام طور پر آزاد سمجھتا تو کسی چیز سے نہ ڈرتا پس خلاصہ کلام یہ ہے کہ صفت قہر کی ایک دل شئے ہے جو ان میں بداہت مشہود اور محسوس ہے۔ اور چونکہ انسان کی طبیعت میں فطرتی ترتیب ہے جو بروقت شروع زمانہ تمیز کی پہلے پہل علم بدیہیات اور محسوسات کا اس کو حاصل ہوتا ہے۔ اسی طرح جب وہ طفولیت روحانی سے تمیز روحانی کی طرف قدم رکھتا ہے۔ تو پہلے پہل اس پر وہ صفت جناب باری کی کھلتی ہے جو سب صفات سے زیادہ تر بدیہی اور محسوس ہے یعنی صفت قاہریت اس کی کہ جس سے بندہ ناچیز صدہا طرح کی مجبوریوں میں بند ہے۔ اور موت اور بیماری اور درد اور دکھ اور صدہا طرح کی لاچاری حکیم مطلق نے اس پر وارد کر رکھی ہے۔ سو انسان ہزارہا لوگوں کو ہر روز مرتے دیکھکر اور ہزارہا طرح کی لاچاریاں مشاہدہ کر کے نہایت بدیہی طور پر سمجھ جاتا ہے کہ میں آزاد نہیں بلکہ مقہور اور مجبور ہوں۔ اور اگر انسان اپنے زمانہ بدو تمیز پر نظر ڈالے۔ تو ہر ایک شخص اس بات کا اقرار کرے گا جو پہلے پہل اس بات کی تمیز اس کو حاصل ہوتی ہے۔ جو اس پر خلاف مراد حالات وارد ہوتے ہیں اور دکھ آتا ہے۔ پس اس سے ثابت ہے جو پہلے پہل صفت ..... قاہریت باری تعالےٰ کی انسان پر مشہود ہوتی ہے۔ اور وہی طبعاً تمام صفات پر متقدم ہے۔

ایک احمدی کی دعا

(از جناب شیخ عبد الحکیم صاحب شملوی)

الٰہی نور سے اپنے منور مجھکو سینہ دے
عطا کر معرفت اور بخشدے اپنی شناسائی
چلوں میں تیری راہوں پر بقدم ہو رضا تیری
جسے میں سیکھے دنیا میں تیری توحید پھیلا دوں
عطا توفیق کرنا نام احمد جگت میں چمکا دوں
الٰہی اپنے فضلوں سے میرے دنیا بنا جنت
میری اولاد کو بھی اپنے فضلوں کا بنا وارث
انہیں دے علم و عمر و رزق طیب تا ثمر ور ہوں
بنیں وہ خادم ملت ہوں ناصر دین احمد کے
تری حمد و ثنا دنیا میں ہو دن رات اے مولیٰ
گرے قدموں میں اُسکے زیر ہو کر کبر فرعونی

عطا کر بحر علم و معارف کا خزینہ دے
رضا پر تیری راضی ہو وہ دل دے اور سینہ دے
جو بحر کفر و عصیاں سے نکالے وہ سفینہ دے
میرے دل کی انگوٹھی کیلئے ایسا نگینہ دے
چڑھوں میں ہر بلندی پر وہ طاقت دو وہ زینہ دے
وہ رحمت دو وہ راحت دو وہ عقبیٰ کا خزینہ دے
انہیں دے نور عقل اور دل مثال آئینہ دے
انہیں ذوق و رسائی تا بہ مکہ و مدینہ دے
صداقت پر رہیں قائم وہ نوری انکو سینہ دے
میرے محمود کو یا رب مقام طور سینا دے
جو قومیں نیک طینت ہوں انہیں تو چشم بینا دے

سیرت خلیفۃ المسیح اول

حیاتِ نورؓ کا ایک ورق

ایک عیسائی سے مقابلہ کے وقت عجیب تفہیم

تفہیمات قرآن کریم کی بعض آیات خصوصیت سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھائی ہیں۔ اور بعض مقامات خاص طور پر حل ہوئے ہیں۔ ایک عیسائی سے ایک مرتبہ مقابلہ ہوا۔ کتاب اللہ کی عظمت کا سوال تھا۔ معاً اللہ تعالیٰ نے ایک عجیب نکتہ آپ کو عطا کیا کہ قرآن کریم اور دوسری کتابوں کے ابتداء کا مقابلہ کرو۔ اس نکتہ پر عیسائی مذکور کے سامنے یہ بات پیش کر دی گئی۔ کہ قرآن مجید کے ابتداء اور بائیبل کے ابتداء کا مقابلہ کرو حقیقت معلوم ہو جائیگی۔

قرآن مجید کا ابتداء ایسے پاک کلمات سے ہوا ہے۔ کہ دنیا کی کوئی بڑی کتاب کسی طلیق اللسان کی تحریر کا مضمون یا الیس سے اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

وہ پاک الفاظ

الحمد للہ ہیں

صوفی ازم کی جان رضا و تسلیم اور توکل و ایثار ہے۔ اور یہی وہ لفظ ان تمام حقیقتوں کے دقیق راز اور علتِ غائی پر الحمد للہ ہی کے جملے میں اطلاع دی گئی ہے۔

الوہیت اور عبودیت میں جو رشتہ ہے اور الوہیت جو کچھ عبودیت سے تقاضا کرتی ہے۔ اور عبودیت کا جو حقیقی معراج ہے وہ اس جملے میں موجود ہے۔

حقیقی راحتوں کی کلید اور تمام سکھوں کی منتہیٰ جو اثر انسانی بناوٹ پر ڈالتی ہے اس کے لئے بہترین الفاظ الحمد للہ کے سوا نہیں ملیں گے۔

قرآن کریم الحمد للہ سے شروع ہو کر بتاتا ہے کہ کس عظیم الشان نشان پر اس کا نزول ہوا ہے اس کا قلب مطہر کیسا سکون اور اطمینان کی حالت میں ہے اور نیز یہ بتاتا ہے۔ کہ قرآن مجید کس خدا کی طرف بلاتا ہے۔ اب اسکے مقابلہ میں بائیبل کا آغاز دیکھو تو کیا ہے!

بیماری میں روزہ کا مسئلہ کیونکر سمجھ میں آیا

قرآن کریم نے بیمار کو روزہ رکھنے سے منع کیا ہے۔ کیونکہ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ نے خود ایک مرتبہ بیماری میں روزہ رکھ لیا۔ مجھے اسہال آتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اسہال بند ہو گئے۔ بہت خوش ہوا لیکن اس کے ساتھ ہی مجھے معلوم ہوا کہ میرے قوائے رجولیت نہایت کمزور ہو گئے اور میں نامرد ہو گیا۔ تب خدا تعالیٰ نے مجھے میری غلطی پر آگاہ فرمایا۔ اور سمجھایا کہ میں نے بیماری میں روزہ رکھا۔ یہ اس کا نتیجہ ہے۔ میں نے اس پر رجوع الی اللہ کیا۔ اور استغفار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے میری طاقتوں کو واپس عطا فرمایا۔ اب میرا یقین ہے۔ کہ بیمار کو ہرگز روزہ نہیں رکھنا چاہیئے

تابوت سکینہ کے معنی کس طرح سمجھائے گئے

تابوت سکینہ کے معنی میں اس طرح کرتا ہوں۔ کہ انسانی قلب میں سکینت ہوتی ہے۔ تابوت سکینہ جو بنی اسرائیل کو دیا گیا۔ اس سے مراد وہ قلوب ہیں۔ جن میں موسیٰ علیہ السلام کی پاک تعلیم تھی۔ یہ معنی مجھے رویا میں دکھائے گئے۔ میں نے دیکھا۔ کہ ایک دیوان ہے۔ جو چھپا ہوا ہے۔ اس کے حاشیہ پر ایک مختصر سا نوٹ دیکھا گیا۔ التابوت القلب

تؤدوا الامانات الیٰ اھلھا کے معنی

اس کے معنی ایک تو یہی ہیں۔ کہ امانت والوں کے سپرد امانت کر دو۔ مگر اسکے سوا اللہ تعالیٰ نے مجھے سمجھایا ہے کہ

(۱) انتخاب کمیٹی میں جو لائق ہو اسے منتخب کرو

(۲) جس کو پیر بناؤ۔ سوچ لو کہ وہ کوئی شیطان نہ ہو۔ کثرت رائے کوئی چیز نہیں اسلام اس کا مجوز نہیں انتخاب میں تنازعہ ہو۔ تو اس کا فیصلہ آسان ہے۔ نمونہ خلیفہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی نظیر موجود ہے۔

لاتقتلوا اولادکم کے معنی اور تفسیر

قتلِ اولاد کی بہت سی صورتیں ہیں بعض عورتیں بھی مانع حمل کی ادویات کھا لیتی ہیں۔ تاکہ اولاد نہ ہو۔ کہ وہ تکلیف کا ذریعہ ہوگی بعض اولاد کو یوں بھی قتل کر دیتے ہیں خصوصاً لڑکیوں کو، گو اب قانون نے انسداد کر دیا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے ان معنوں کے سوا ایک اور حقیقت بھی بتلائی ہے اور وہ یہ ہے کہ جو لوگ اولاد کی تربیت اور تعلیم دین کے لئے خرچ کرنے میں مضائقہ کرتے ہیں اور اولاد کے لئے دعائیں نہیں کرتے۔ وہ بھی قتل اولاد کرتے ہیں۔ اور یہ قتل اس قتل سے زیادہ شدید اور خطرناک ہے۔

ایک دفعہ ایک عورت میرے پاس آئی۔ اس کو ایک ہی لڑکا تھا میں نے اس کو بعض حالات کے ماتحت کہا کہ تم دعا کرو۔ اور علاج کرو۔ شاید اللہ تعالیٰ تمہیں کوئی اور لڑکا دیدے۔ مگر اس نے میری بات کی پرواہ نہ کی اور کہا کہ اس طرح پر شرکت ہوگی۔ میں اس کے نتیجہ کی ٹوہ میں رہا آخر وہ لڑکا مکان کی چھت سے گرا۔ اور اس کو ایسی چوٹ لگی کہ اس کی دماغی حالت خراب ہو گئی۔ پھر وہ بہت حیران ہوئی۔ اور روتی رہی۔ آخر اسی گھبراہٹ میں مر گئی سو اولاد کے لئے بہت دعاؤں کی ضرورت ہے۔ اگر تم نہیں کرتے تو قتل اولاد کے محرک ہو۔ توبہ کر لو۔

دعا اور کوشش

بعض لوگ دعا کے منکر ہیں۔ اور وہ کہہ دیتے ہیں کہ زبان سے کہہ دینے سے کیا بنتا ہے۔ مگر مجھے تعجب ہے کہ تمام خواہشیں جب دل سے اٹھتی ہیں تو پھر وہ زبان پر آتی ہیں اور اس کے بعد ان کا اثر تمام اعضاء پر پڑتا ہے ہاتھ پاؤں سب اسی کے ماتحت کام میں لگ جاتے ہیں۔ اور بعض وقت اس کے لئے اتنی کوشش کرنی پڑتی ہے۔ کہ مال پر بھی اثر پڑتا ہے۔ کم سے کم بعض معاملات میں وکلاء کو اور کورٹ فیس کیلئے روپیہ دینا پڑتا ہے یہ تمام کرشمے اس ایک خواہش کے ہیں جو دل میں پیدا ہوئی۔ پھر کیا یہ تعجب کی بات ہے کہ دل کی خواہش باقی اعضاء پر متاثر ہو۔ ان کی مساعی سے بارآور ہو جائے۔ اور زبان سے اگر اللہ تعالیٰ کے حضور التجاء اور دعا کی جائے تو وہ کامیاب نہ ہو۔ اسے بے اثر اور فضول قرار دیا جائے۔ وہ تمام مساعی جو ایک شخص کسی مطلب کیلئے کرتا ہے۔ اور ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مارتا ہے یہاں تک کہ ایک شخص بیٹھا ہوا سرگرداں کسی امر کے متعلق سوچ رہا ہے۔ یہ سب کے سب دعا ہی کے عجائبات ہیں مگر ایک محجوب انسان سمجھ نہیں سکتا۔ یہ غور و فکر اور کوشش ایک محجوب کی دعا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑانا اور پکارنا عارف کی دعا ہے جس کا انکار نہیں ہو سکتا۔ وہ لوگ جھوٹے ہیں جو نبیوں کے بتائے ہوئے عمل سے انکار کرتے ہیں۔

کوشش

کو مقدم کیا ہے۔ اور دراصل کوشش بھی ایک قسم کی دعا ہوتی ہے لیکن یہ ابتدائی درجہ دعا کا ہے جب انسان اللہ تعالیٰ کی صفات کاملہ پر ایمان لاتا ہے۔ اور اب اس کی زنجیر وقت نکل جاتا ہے وہ اس کی عارفانہ زندگی ہوتی ہے۔ اس مقام پر وہ بے اختیار ہو کر ایاک نستعین پکارتا ہے۔ غرض یہ دعا ہی ہے۔

وضو!

مسلمان جب نماز کیلئے تیار ہو کر آتا ہے تو پہلا کام وضو ہے۔ غالباً گناہ ہاتھ پاؤں وغیرہ کے متعلق ہوتے ہیں اس لئے انکو دھونا ہوتا ہے۔ گویا یہ بتاتا ہے۔ کہ جہاں جہاں میرا ہاتھ پہنچتا ہے میں پاک ہونے کیلئے تیار ہوں۔ باقی کیلئے آپ مدد کریں۔ وضو کی ظاہری حالت ایاک نعبد کے نیچے ہے اور اسکی اصل حقیقت اور روح جو اندرونی طہارت اور باطنی پاکیزگی ہے۔ وہ ایاک نستعین کے ماتحت ہے۔

یادِ رفتگان

نامِ نیکِ رفتگاں ضائع مکن ؂ تا بماند نامِ نیکت برقرار

الحکم کو یہ بھی امتیاز حاصل ہے کہ اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کی بہت بڑی تعداد کے حالات کو محفوظ کر دیا ہے۔ اور میں نے ہمیشہ اس امر کا خیال رکھا کہ ہر اس بھائی کے حالات کو قلمبند کر دوں جو اپنے مولیٰ حقیقی سے جا ملا ہے۔ الحکم کے ایام التواء میں لفضل میں لکھتا رہتا تھا۔

مدتے ایں مثنوی تاخیر شد

اس کے کچھ اسباب ہیں جن کے بیان کی ضرورت نہیں اب الحکم پھر شائع ہو رہا ہے اور اس عہد التواء میں جن دوستوں نے داعی اجل کو لبیک کہی ہے یکے بعد دیگرے ان کے تذکرے شائع کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں سیاسی انقلاب کے بعد بعض بڑے بڑے بزرگ ہم سے رخصت ہو چکے اور اس دور کے بہت ہی کم جلیس باقی ہیں ابھی تھوڑے دن ہوئے کہ میرے نہایت پیارے بھائی حضرت حسن رہتاسی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا الحکم کے اس عہد جدید کے پہلے پرچہ کے اس باب کو ان کے مختصر تذکرہ سے شروع کرتا ہوں وباللہ التوفیق (عرفانی الکبیر)

حضرت حسن رہتاسیؓ

حضرت حسن رہتاسی حضرت منشی گلاب دین صاحب رضی اللہ عنہ کے خلف الرشید تھے۔ منشی صاحب موصوف ۳۱۳ کی فہرست میں نمبر ۲۴ پر درج ہیں۔ حضرت منشی گلاب دین صاحب ابتداءً شیعہ فرقہ سے تعلق رکھتے تھے اور امامیہ مجالس میں نہایت عزت و احترام کے مقام پر بٹھائے جاتے تھے وہ ذاکر اور مرثیہ خواں بھی تھے۔ تعلیم البنات کے ماہر تھے اور یہ مصرعہ ہر رنگ میں انکے حسب حال ہے عمر گذری ہے اسی دشت کی سیاحی میں

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انہیں احمدیت میں داخل کیا اور وہ کامل اخلاص اور سچی وفاداری کے ساتھ سلسلہ میں آئے اور اپنے ساتھ ایک جماعت لیکر آئے۔ یہاں انکا تذکرہ مقصود نہیں محض تعارف حسن مطلوب ہے۔ وہ نہایت زیرک شاعر تھے۔ اور انہیں یہ عزت حاصل ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انکی ایک نظم کو اپنی کتاب (غالباً شہادت القرآن) کے آخری صفحہ پر شائع کیا انکی تمام اولاد ذی علم زیرک اور ذہین تھی۔ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ انکا خاندان علمی خاندان تھا۔ انہیں منشی گلاب دین صاحب کے فرزند رشید

حضرت حسن رہتاسی تھے

میں انکی زندگی کے نشیب و فراز کی تفصیلات میں نہیں جاؤں گا۔ کہ یہ اس مختصر میں نہیں آسکتی ہیں بلکہ انکی زندگی کے عام حالات پر ایک ایک سرسری بحث کروں گا۔ اور مجھے تو انکی زندگی کا ایک خاص واقعہ بیان کرنا ہے۔ جس سے ان کی سلسلہ کے لئے روح قربانی کا پتہ ملتا ہے اپنی تعلیم سے فارغ ہو کر وہ جہلم کے محکمہ عدالت میں ایک محرر تھے۔ حضرت اقدس جب مولوی کرم الدین کے مقدمہ میں جہلم تشریف لے گئے تو اس نوجوان کی زندگی میں ایک انقلاب آیا۔ اور حضرت کی قوت قدسی نے اس میں غیر معمولی تبدیلی پیدا کر دی وہ سلسلہ کے لئے اپنے سینے میں ایک نئی چنگاری محسوس کرنے لگا۔ مقدمہ کا سلسلہ جہلم میں ختم ہو گیا اور گورداسپور میں شروع ہوا۔ خاکسار عرفانی الکبیر کو یہ سعادت حاصل ہے کہ وہ اس مقدمہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تھا۔ وہ مقدمہ جہاں حضرت کے خلاف دائر کیا گیا عرفانی اور حضرت حکیم فضل الدین رضی اللہ عنہ

مستغاث علیہم میں شریک تھے۔ زہے رفاقت و زہے سعادت۔

ایک مقدمہ مولوی کرم دین اور فقیر محمد صاحب ایڈیٹر اخبار سراج الاخبار جہلم کیخلاف ایڈیٹر الحکم کی ازالہ حیثیت عرفی کا دائر تھا۔ اس مقدمہ میں میاں شہاب الدین رفیق مولوی کرم دین کا بہ حیثیت گواہ پیش ہونا ضروری تھا اس پر سمن کی تعمیل کرانا کے لئے قرعہ فال اسی راقم الحروف کے نام پڑا اور میں دھنی کے اس علاقہ چکڑول سے ناواقف محض تھا۔ جب میں دستی سمن لیکر جہلم آیا تو اس وقت جماعت جہلم کے احباب نے تعمیل سمن کی مشکلات کا اظہار کیا کہ وہ علاقہ مولوی کرم دین کے زیر اثر ہے حکام سے بھی اس کے تعلقات ہیں۔ وہاں نہ صرف تعمیل سمن مشکل ہے بلکہ

جان کا بھی خطرہ ہے

اور بھینی کے قرب و جوار میں احمدی نہیں تنہا جانا تو خطرہ کو مول لینا ہے اور یہاں سے کوئی آدمی موجودہ حالات میں نہ جا سکے گا۔ ان ایام میں خطرناک مخالفت کا طوفان برپا تھا۔ جب جماعت میں یہ مشورہ ہو رہا تھا تو حضرت حسن رہتاسی نے بڑے جوش سے کہا کہ کیا خطرات سے ڈر کر بھی کوئی کام کیا جا سکتا ہے دنیا کے کس کام میں خطرہ نہیں ہوتا چھوٹا ہو یا بڑا اور ان خطرات کو نظر انداز کر کے ہی آگے بڑھنا پڑتا ہے۔ جان کا خطرہ کیا یہاں نہیں تندرستی کی حالت میں اور ہر قسم کی حفاظت میں بھی موت آتی ہے یہ سلسلہ کا کام ہے۔ اور سلسلہ خدا کا ہے۔ اور شیخ صاحب کو حضرت اقدس نے یہ سمجھ کر بھیجا ہے کہ خطرات میں ان سے بڑھکر خیر خواہ اور اپنے خدام کی جان کی پرواہ کرنیوالا کون ہو سکتا ہے! میں اس خطرہ کو نہ سمجھتے ہوئے آگے بڑھتا ہوں اور انکے ساتھ جاؤں گا ان کی اس تقریر کا اثر ایک اور نوجوان حضرت فقیر محمد صاحب شاعر رضی اللہ عنہ پر ہوا اور انہوں نے کہا کہ میں دوسرا ہوں جو آپ کیساتھ چلوں گا۔

اس کا جواز محض پرواہ ظاہر ہے۔ حضرت حسن نے فوراً رخصت لی اور میرے ساتھ جانے کو طیار ہو گئے وہ سفر سخت دشوار اور پر خطر تھا لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم صحیح سلامت واپس آئے اس سفر کے حالات مختصراً میں دوسری اشاعت میں بیان کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ یہاں میں حضرت حسنؓ کی اس شجاعت اور ہمت کے عملی اقدام کو نمایاں کرنا چاہتا ہوں وہ نوجوان تھے اپنے قلب و دماغ میں مختلف قسم کے عزائم اور تمنائیں رکھتے تھے لیکن جب سلسلہ کیلئے انہوں نے محسوس کیا کہ

میری ضرورت ہے

تو وہ فوراً لبیک کہہ کر آگے بڑھے اور انکے رفیق حضرت فقیر محمد صاحب نے بھی کمال کر دیا وہ تو ایک مزدور آدمی تھے عیال تھے جن کی وجہ معاش روزانہ کی محنت پر موقوف تھی مگر انہوں نے بھی لیس و پیش نہیں کیا اور نہ انکی خیالی یا واقعاتی نتائج کو مد نظر رکھا۔ جو بتائے جاتے تھے مجھ پر حضرت حسن اور فقیر محمد کی اس قربانی کا بہت بڑا اثر ہے۔ اور میں ہمیشہ اپنے قلب میں انکے لئے عزت اور محبت کے جذبات کو محسوس کرتا رہا۔ وہ آج دنیا میں نہیں کہ میرے ان کلمات سے انکو ایک قسم کی ذہنی مسرت ہو۔ مگر میں سچ کہتا ہوں کہ وہ اس سے بہت بلند تھا وہ مدح و ذم کے خیالات سے بے پرواہ رہتا۔ اس نے سلسلے کی اس خدمت کے لئے جان تک کی پرواہ نہیں کی تھی۔ انکی ہمت بلند نے ایک دوسرے نوجوان میں روح قربانی پیدا کر دی۔

حقیقت میں عملی نمونہ ایک ایسی قوت ہے جو بڑے بڑے پہاڑوں کو اڑا دیتا ہے اور یہ عملی قوت ہی تھی جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اندر کام کرتی تھی۔ اور جس نے وہ انقلاب عظیم پیدا کیا کہ دنیا میں اس کی نظیر نہیں پائی جاتی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوت قدسی نے بھی ایسے بیشمار معجزے دکھائے خود حضرت کی روح میں ہم

ہم اتنی قوت تھی کہ آپ نے فرمایا "پا بپیداری ہا بہ بین خوش سے روم تا پائے دور" غرض حضرت حسنؓ اور حضرت فقیر محمد کامل اخلاص اور عقیدت سے میرے ساتھ ہولیے (باقی آئندہ)

۲۶ مئی ۱۹۵۱ء کو

الحکم کا خاص نمبر

شائع ہوگا (انشاء اللہ تعالیٰ)

۲۶ مئی کی تاریخ سلسلہ عالیہ احمدیہ میں ایک یوم انقلاب ہے جبکہ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ نبی نے خدا کی وحی کے مطابق رفع الی اللہ کا مقام پایا ایسی عظیم الشان ہستیوں کی زندگی کے ایسے انقلابی ایام انکی جماعتوں اور سلسوں میں زندگی اور کامیابیوں کی روح پیدا کر دیا کرتے ہیں اس مقصد کو مدنظر رکھکر میں الحکم کا خاص نمبر شائع کرنا چاہتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ **۵ ہزار کاپیوں کی اشاعت** کا انتظام قبل از وقت ہو جائے اس کے لئے میں صرف

۱۰۰ سو محبان مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پکارتا ہوں

کہ وہ پچاس پچاس کاپی لیکر تقسیم کریں یہ خاص نمبر کوئی ۳۲ صفحے پر شائع ہوگا اسمیں اول سے آخر تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت سیرت اور کارناموں کا ذکر ہوگا پچاس کاپی کے خریدار کو ۲۵ روپے فیصد کے حساب سے دیا جائیگا۔ اور ایک کاپی کی قیمت ایک روپیہ ہوگی میں امید کرتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مخلص اور فدائی خدام میں سے پچاس ایسے اشخاص اپنے نام دے دیں گے جو اس نمبر کی اشاعت کا موجب ہو سکیں۔

اگر ہر جماعت احمدیہ پچاس کاپیاں خرید لے تو اشاعت دس ہزار بھی ہو سکتی ہے۔

یہ کام کرنا چاہتا ہوں بشرطیکہ آپ میرے ساتھ تعاون کریں۔ خدا آپ کا حامی و ناصر رہے۔

خاکسار

خالد عرفانی

سیرۃ مسیح موعود

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شمایل واخلاق سوانح زندگی کیساتھ جو چیز خدا تعالیٰ کے ماموروں کے ذریعہ حیرت انگیز تبدیلی انسانی قلوب میں کرتی ہے وہ ان کے اخلاقی معجزات ہوتے ہیں اسلئے کہ وہ دنیا کے لئے نمونہ ہو کر آتے ہیں اگر آپ چاہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرۃ اور آپکے کیرکٹر کی اعلیٰ شان حاصل کریں تو سیرۃ مسیح موعود کا مطالعہ ضروری ہے جسمیں حضرت کے شمائل وعادات ومعمولات آپکے اخلاق فاضلہ کا بیان واقعات کی روشنی میں کیا گیا ہے۔

یہ کتاب دوستوں کو ارمغان دینے کے قابل ہے اور سعاد تمند اور شریف الطبع جماعت کے افراد میں تبلیغ کا خدا چاہے تو بہترین ذریعہ ہو سکتی ہے۔

(۱) حیات احمد (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی) چالیس سالہ ابتدائی زندگی کے حالات حصہ اول، دوم، سوم، چہارم .... قیمت ۱۲ روپیہ

(۲) سیرۃ مسیح موعود کے حصہ دوم و سوم .... قیمت فی حصہ، تین روپیہ

(۳) مکتوبات جلد اول، دوم، سوم، چہارم، پنجم کے چار نمبر ہر ایک کی قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے عہ

(۴) سیرہ حضرت مسیح موعود آپکی دعاؤں کے آئینہ میں .... قیمت ۳

صرف تیس کاپیاں باقی ہیں:۔

ایک مجلس مشاورت کے موقعہ پر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے فرمایا یہ کتاب ہر احمدی کے پاس ہونی چاہئے اور کون احمدی ہے جو اسکی خواہش نہ رکھتا ہو (اگر شیخ صاحب کی زندگی میں یہ کام نہ ہوا تو پھر)

دس ہزار روپیہ

صرف کر کے بھی اس کو پورا نہ کر سکیں گے۔

آپ نے جماعت کو متوجہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

وہ اس اسٹاک کو جو موجود ہے خرید لیں تاکہ کام برابر جاری رہ سکے"

مکتوبات احمدیہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو مکتوبات اپنی زندگی میں مختلف مذاہب کے لیڈروں اور مبلغین کو لکھے اور اپنے مخالفین اور دوستوں کو وقتاً فوقتاً تحریر فرمائے وہ اسوقت تک چھ جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں اور چار جلدیں اس سلسلہ کی اور باقی ہیں۔

یہ خطوط جو دوستوں کو لکھے ہیں اپنے اندر ایک زندگی روح اور قوت رکھتے ہیں۔ نہایت بیش قیمت مضامین پر مشتمل ہیں۔ تصوف کی حقیقت اور قرب الہی کے حصول کے اصول کے سادہ اور آسان طریق بغرض عجیب عجیب مضامین پر بحث ہے خدا تعالیٰ پر زندہ ایمان اور دعاؤں کی قبولیت کے راز اور دعاؤں کے اثر و قوت اعجاز کا ایک لطیف بیان انہیں ملے گا۔

اور جو خطوط مخالفین اسلام اور سلسلہ کو لکھے ہیں انہیں صداقت کے زبردست دلائل قرآن مجید اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اعجازی قوت جلالی وجمالی شان کا اظہار پر شوکت الفاظ میں کیا گیا ہے بغرض

(یہ مجموعہ قابل دید ہے)

(۱) سیٹھ عبدالرحمن مدراسی کے نام
(۲) حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے نام
(۳) حضرت چوہدری رستم علی خاں رضی اللہ عنہ کے نام
(۴) حضرت نواب محمد علی خاں رضی اللہ عنہ کے نام
(۵) مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۶ (متفرق مخلص احباب کے نام)
(۶) مکتوبات احمدیہ جلد ششم نمبر اول مخالف الرائے و علماء و مشائخین کے نام

قیمت عا، عا

(براہ راست خریدنے والے احباب سے صرف ۱۲ روپے لئے جائیں گے)

ملنے کا پتہ بالا کتب ......

دفتر الحکم اور عرفانی الکبیر الہ دین بلڈنگ سکندر آباد سے طلب کرو

کلیم پریس لارنس روڈ تارا چند اسٹریٹ کراچی طابع و ناشر خالد عرفانی مقام اشاعت عیدگاہ روڈ کراچی سے